امام عبد الوہاب شعرانی کا نظریۂ تطبیق

سعید احمد*

محمد اعجاز**

Abstrect

Imam Abdul Wahab Sharani did a splendid effort to conform Mazahib-e-Arba. He honestly presented in his book (Almeezan-ul-Kubra) thoughts of different Mazahib in such sequence that not a single Mazhab could contradict with one another. He evidently explained that extract of Sharia is just of four things; Amar and Nahi, these two things are further divided into two kinds; takhfeef and Tashdeed and fifth is Mubah. All these above mentioned kinds are proved through Quran and Hadith.

Some early sub-chapters of Almeezan Alkubra have the status of explanation for the upcoming ambiguities. He also gave some sensuous examples in some other sub-chapters which clear that all the Mazahibe-Fiqh are derived from Sharia-e- Kubra. He very logically gave examples that all these things have link with Allah Almighty, then it came to Loh-e-Mahfooz then to Gabriel and from Gabriel it reached to the Holy Prophet Muhammad (S.A.W). Muhammad sent it to the Sihaba-e-Karam (Followers).

He also evidently presents in these sub-chapters that all the quotations of Aima Mujtahdeen are not out of Shariah All the Muzahab-e Fiqah are the canals which spring from the sacred Shariah. He also compares and says Shariah is just like palm and Mazahib are just like the Fingers. He relates that many Ulamaa used to give Fatwa according to the Shariah. Mazahab-e-Arba. Because religion gives the right of opinion so all the Aima Fiqh are free to give opinion.

امام عبد الوہاب شعرانی ایک ایسے فقیہ، صوفی، محدث اور صاحبِ کشف بزرگ ہیں، جن کی جلالتِ علمی، صوفیانہ اخلاص، محد ثانہ اسلوب اور روحانی مقام کا کوئی بھی اہل علم منکر نہیں ہے۔ کیونکہ جو اپنے زمانے کے احوال سے واقف نہ ہو اُسے جاہل کہا جاتا ہے۔ امام شعرانی کا زمانہ (۸۹۹- ۹۷۳ھ) علمی اور روحانی حوالے سے نہایت معروف زمانہ ہے جس میں قرآن، حدیث، فقہ، علمِ کلام، تصوف اور دیگر علوم وفنون کے بے مثال صاحبِ کمال اہلِ علم موجود تھے لیکن ان اربابِ علم و معرفت کی کہکشاں میں اپنے کمال کا لوہا منوانا یقیناً "کارے دارد" کا مصداق ہے لیکن اس کے باوجود امام شعرانی نے ان موضوعات پر بھی بیسیوں کتب تالیف کیں، جن پر اُن سے پہلے کسی اہلِ علم نے قلم نہیں اُٹھایا تھا، اور حق ادا کر دیا۔

* پی ایچ ڈی، سکالر، شیخ زید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

امام شعرانی نے اپنی متعدد تالیفات میں اس کرب کا اظہار کیا ہے کہ ہر مذہب فقہ کے مقلّدین، دوسرے مذہبِ فقہ کے مقلّدین کو غلط ثابت کرتے ہیں حالانکہ یہ محض تعصب اور قلّتِ فہم کی علامت ہے۔ کیونکہ جملہ مذاہبِ فقہ سرچشمۂ شریعت سے نکلنے والی نہریں ہیں۔ جس طرح ہتھیلی اور انگلیوں میں کوئی مغائرت نہیں اسی طرح مذاہبِ فقہ اور شریعت میں بھی کوئی مغائرت نہیں ہے۔ نیز آپ نے اپنی دیگر تالیفاتِ فقیہ (المنہج المبین فی بیان ادلۃ المجتھدین، مقتحم الاکباد فی بیان موارد الاجتھاد، الاقتباس فی علم القیاس، الاجوبۃ المرضیۃ عن ائمۃ الفقھاء والصوفیۃ) میں بالعموم اور المیزان الکبریٰ میں بالخصوص یہ امر واضح کیا کہ کسی بھی امامِ مجتہد کا کوئی بھی قول شریعتِ مطہرہ سے باہر نہیں ہے بلکہ شریعت کے دو پہلوؤں، رخصت و عزیمت میں سے کسی نہ کسی پر ضرور منطبق ہوتا ہے۔ آپ نے المیزان الکبریٰ میں اپنا نظریۂ تطبیق نہ صرف پیش کیا ہے بلکہ اُسے عملاً ثابت بھی کیا ہے نیز شافعی المذہب ہونے کے باوجود جملہ ائمہ فقہ کے فضائل بالعموم اور امام ابو حنیفہ کے فضائل و محامد کا بالخصوص تذکرہ اور اعتراف کیا ہے اور دیگر ائمہ فقہ کے ساتھ امام ابو حنیفہ اور ان کے نامور تلامذہ و مقلّدین کو بھی قول بالرائے سے بری قرار دیا ہے۔ مزید برآں آپ نے تمام نے تمام ائمہ مجتہدین کے دلائل و براہین کو قرآن و سنت سے ماخوذ و مستفاد قرار دیا ہے۔

امام عبد الوہاب شعرانی نے فقہی اختلاف کی تاریخ، اس کی حیثیت و ماہیت اور اس میں پوشیدہ حکمتوں کی نقاب کشائی کر کے واضح کیا کہ یہ اختلاف نہ صرف مشروع اور محمود ہے بلکہ اس میں امت کے لئے سہولت اور تخفیف ہے۔ آپ نے فقہی مذاہب سے بالعموم اور مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے بالخصوص مشترکہ بنیادوں کو تلاش کیا اور ملت کو احساس دلایا کہ فقہی مذاہب و مسالک کا تنوع، اصل دین سے اختلاف کا سبب کیونکر بنا چاہتا ہے؟ وہ حسن جو اس گلشن کا امتیازی وصف تھا وہ دین کی جڑیں کاٹنے کا باعث کیسے بن رہا ہے؟ بلاشبہ آپ کی مساعی جمیلہ، احیائے ملت کی پہلی نمایاں فکری و عملی کاوش قرار پائے گی۔

امام شعرانی کا نظریۂ تطبیق:

امام عبد الوہاب شعرانی نے ''المیزان الکبریٰ'' کے مقدمہ میں واضح کیا ہے کہ اس کتاب کی تالیف سے میرا مقصود ایسے مضامین کا لانا ہے جو اصحاب اجتہاد کے دلائل اور اربابِ تقلید کے مختلف اقوال کے اس طرح جامع ہوں کہ ان کے مابین ذرا بھر بھی معارضت نہ رہے اور اس حوالے سے مجھ سے پہلے کسی صاحب علم نے اس پر قلم نہیں اُٹھایا، نیز میں نے اپنے زمانہ کے آئمہ اور شیوخ سے مشاورت کے بعد یہ قدم اٹھایا ہے۔

اس تالیف سے مقصود درج ذیل امور ہیں:

(ا) عدم تفرقہ:

اس کتاب کی تصنیف کا سب سے بڑا سبب عدم تفرقہ ہے تاکہ فرمان باری تعالیٰ پر عمل ہو سکے:

(شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ)[1]

"تمہارے لئے اُس نے وہی دین مقرر فرمایا جس کا اُس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کی وحی بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (اور ان کی امتوں کو حکم دیا تھا) کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔"

(ب) زبانی اقرار اور قلبی تصدیق:

اس کتاب کی تصنیف کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کا یہ اقرار "کہ جملہ ائمہ کرام ہدایت پر ہیں" ان کے اعتقادِ قلبی کے مطابق ہو جائے تاکہ ائمہ کرام کا ادب اس اعتقاد کے ساتھ کریں کہ انہیں اس ادب سے اُخروی ثواب حاصل ہو گا۔ اور ایسا کوئی مسلمان نہ رہے جو زبان سے تو اُن کے ہدایت یافتہ ہونے کا اقرار کرے لیکن دل میں اس کا مخالف اعتقاد ہو کیونکہ یہ اہل نفاق کی علامت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ)[2]

"اے حبیب ﷺ! آپ کو غم میں نہ ڈال دیں وہ لوگ جو کفر میں جلدی کرتے ہیں ان میں سے جو کہتے ہیں کہ ہم (صرف) اپنے مونہوں سے ایمان لائے حالانکہ اُن کے دل ایمان نہیں لائے"۔

(ج) اصحابِ اجتہاد کے متعلق حُسنِ اعتقاد:

اس کتاب کی تصنیف کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ مقلدین میں سے کسی کو ایسے مجتہد کے انکار کی جرأت نہ ہو جو ان کے مسلّمہ مذہبی قواعد کی مخالفت کرتا ہو کیونکہ مجتہد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پر ہے اور اس کے دلائل بھی بیان کروں گا تاکہ انکار کرنے والے کے لئے فائدہ بخش ہو، اس مجتہد سے عقیدت پیدا کرے اور انکارِ سابق کی جرأت پر شرمندہ ہو۔

والاعمال بالنیات وانما لکل امری ء مانوی[3]

"اور عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی وُہ نیت کرے"

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ اس میزان سے دل بستگی پیدا کرو اور اس کے مطالعہ سے پہلے اس کے انکار کی جرأت نہ کرو اور جو شخص مقدمہ میں ذکر کردہ فصول کے مطالعہ کے بعد بھی انکار کرے تو اُسے معذور سمجھا جائے کیونکہ اس کے مضامین نادر الوجود اور زمانہ حال کی طبع کی مخالف ہیں۔[4]

۱-حاصل شریعت ... پانچ امور:

امام عبد الوہاب شعرانی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین اور جملہ مقلدین کے سارے اقوال شریعتِ مطہرہ کے نور کی کرنوں میں اس طرح داخل ہیں کہ کوئی قول بھی اس سے باہر نہیں ہے اور اس کا یقین تو تمہیں حاصل ہے اگر نہیں تو حاصل کرنا چاہیے کہ شریعتِ مطہرہ نے جملہ مسائل خلافیہ میں امر اور نہی کے دو مرتبے بنائے ہیں:

ا- تشدید[5]

ب- تخفیف[6]

جملہ اوامر و نواہی کا مرتبہ ایک نہیں ہے جیسا کہ بعض مقلدین کا خیال ہے۔ اسی وجہ سے چونکہ وہ دونوں قولوں میں بظاہر تناقض دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے کے وہ مخالف ہو جاتے ہیں اگرچہ درحقیقت ان میں کوئی تناقص نہیں ہے۔ آئندہ فصول میں اس کی وضاحت آجائے گی۔ انشاء اللہ

حاصل کلام یہ ہے کہ تمام شریعت کا مرجع دو امور ہیں:

ا-امر

ب- نہی

اور ان دونوں کے علماء کے نزدیک دو مرتبے ہیں:

ج- تشدید

د- تخفیف

تو کل چار امور ہوئے۔

ھ-رہا پانچواں امر تو وُہ مُباح ہے اگر اس میں نیت درست ہے تو وہی مُباح مندوب (مستحب) بن جاتا ہے اور اگر نیت فاسد ہے تو وہی مباح قسم مکروہ ہو جاتا ہے۔ اور یہی پانچ امور شریعت مطہرہ کا حاصل ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض ائمہ تو یہ کہتے ہیں کہ جو امر وجوب واستحباب کے قرینہ سے خالی ہو وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے اور کچھ ائمہ کے نزدیک امر استحباب کے لئے ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض ائمہ مطلق نہی کو حرام پر محمول کرتے ہیں اور بعض صرف کراہت پر۔[7]

(الف) رخصت و عزیمت سے متعلق قرآن و سنت کی دلیل:

امر و نہی کے جس طرح دو مرتبے ہیں اسی طرح اس پر عمل کرنے والے بھی اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق مکلف ہوں گے چنانچہ جو شخص جسم اور ایمان کے اعتبار سے قوی ہو گا تو وہ ان دونوں قسموں میں سے عزیمت کا مخاطب ہو گا جو شریعت میں صراحتاً وارد ہو یا اس کے مذہب یا کسی اور مکلف کے مذہب میں شریعت سے اشارتاً سمجھی جاتی ہو۔ اور جو شخص اپنے ایمان اور جسم کے اعتبار سے ضعیف ہو گا۔ تو وہ دوسری قسم رخصت اور تخفیف کا مخاطب ہو گا خواہ وہ رخصت شرع میں بالتصریح وارد ہو یا اس کے مذہب یا کسی اور مکلف کے مذہب میں شرع سے اشارتاً سمجھی جائے۔ اسی طرف فرمان باری تعالیٰ اشارہ کرتا ہے:

(فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ)[8]

”پس ڈرو اللہ سے جتنی تمہاری استطاعت ہو“۔

اور یہ خطاب عام ہے:

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”اذا امرتکم بأمر فأتوا منه ما استطعتم“[9]

”جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اسے بجالاؤ۔“

اور یہ خطاب بھی عام ہے:

اس سے ثابت ہوا کہ قوی شخص کو مرتبۂ عزیمت چھوڑ کر مرتبۂ رخصت پر اُتر آنے کا حکم نہ دیا جائے گا جب تک کہ وہ مرتبۂ عزیمت و تشدید پر عمل کرنے کے قابل ہو کیونکہ ایسا کرنے سے دین کے ساتھ لہو و لعب لازم آتا ہے اسی طرح ضعیف شخص کو اس کے مناسب مرتبۂ رخصت و تخفیف کو چھوڑ کر اُسے مرتبۂ عزیمت و تشدید پر چڑھنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر وُہ خود باوجود ضعیف ہونے کے مرتبۂ عزیمت و تشدید پر عمل پیرا ہونا چاہے تو شرعی مانع کے بغیر ہم اُسے بالکل منع نہیں کریں گے۔ مذکورہ بالا بحث سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ ان دونوں مرتبوں (عزیمت ور خصت) میں ترتیب وجوبی ہے نہ کہ اختیاری جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے۔[10]

(ب) رخصت و عزیمت سے متعلق چند مثالیں:

(i) اسی بنا پر جو شخص پانی کے استعمال پر قدرت رکھتا ہو اور اس کے استعمال سے کوئی چیز مانع نہ ہو تو اس کو تیمم کرنا جائز نہ ہو گا۔

(ii) اسی طرح جو شخص فرض نماز کھڑے ہو کر ادا کر سکتا ہو اس کو بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہ ہو گا۔

(iii) اور جو مریض بیٹھ کر نماز ادا کر سکتا ہو۔ اُس کے لئے لیٹ کر نماز کی ادائیگی جائز نہ ہو گی۔[11]

(iv) جو شخص دائیں یا بائیں کروٹ پر نماز ادا کر سکتا ہو اس کو چت لیٹ کر ادا کرنا درست نہیں۔

(v) اور چت لیٹ کر نماز ادا کر سکتا ہو اُسے آنکھ کے اشارے سے نماز ادا کرنا درست نہیں ہے۔

(vi) اور جو آنکھوں سے اشارہ کر سکتا ہو اس کو دل کے اشارہ سے افعال نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔[12]

اسی طرح تمام واجبات میں یہی قاعدہ جاری ہو گا۔ اور جو سنتیں افضل ہیں ان کی بجائے مفضول کو ادا کرنا، خلافِ ادب ہے بشرطیکہ افضل کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر و نہی کی طرح سنن میں بھی دونوں مرتبے جاری ہوتے ہیں۔ ان میں سے افضل کو مفضول پر مقدم کرنا مستحب ہے بشرطیکہ افضل کو ادا کر سکتا ہو۔ اسی طرح جو سنت باعتبارِ شریعت اولیٰ ہے اُسے غیر اولیٰ پر مقدم کرنا بہتر ہے اگر بوقت ضرورت دونوں کو چھوڑ دینا جائز ہے لیکن ادائیگی کے وقت افضل کو مفضول سے پہلے ادا کرنا چاہئے۔ ورنہ اس کے خلاف کرنے والا ملامت کیا جائے گا۔[13]

(ج) میزانِ کُبریٰ سے استفادہ کرنے کے فوائد:

امام شعرانی نے متعدد مقامات پر اپنی کتاب "میزان کُبریٰ" سے استفادہ کرنے کا کہا ہے اور اس کی حکمت یہ بیان کی ہے جس پر اس "میزان" کا انکشاف ہو جائے گا وہ مرتبۂ یقین میں علمائے مجتہدین کے برابر ہو گا کیونکہ یہ شخص خاص چشمہ شریعت سے علم حاصل کرتا ہے اور اسے اربابِ اجتہاد کی طرح اُن وسائلِ اجتہاد کی بھی ضرورت نہیں ہے جو مجتہدین کے لئے ضروری ہیں۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو خود دریا کے راستے سے ناواقف تھا لیکن عالم کے ساتھ لگ کر حُسنِ تقدیر سے دریا (شریعت) پر پہنچ گیا اب دریا سے سیراب ہونے میں عالم اور جاہل دونوں برابر ہیں۔[14]

(د) عزیمت کی بجائے رخصت پر عمل کرنا... کب پسندیدہ؟

امام شعرانی نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ بعض اوقات عزیمت کی بجائے رخصت پر عمل کرنا افضل ہوتا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

لیس من البر الصیام فی السفر[15]

"سفر میں روزہ رکھنا بھلائی کی بات نہیں ہے۔"

تو مسافر کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ وہ سفر میں روزہ رکھے۔ اور ویسے بھی ہم شارع علیہ السلام کے تابع ہیں۔ خود صاحب شریعت نہیں ہیں۔ شارع علیہ السلام کے طریق سے ہٹ کر قربِ باری تعالیٰ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز رخصتوں پر اُس وقت عمل کرو جب اُن پر عمل کرنے کی شرطیں موجود ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ امر پسندیدہ ہے کہ اُس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جس طرح وُہ اپنی عزیمتوں پر عمل کرانا پسند فرماتا ہے۔ [16]

(ھ) رخصت وعزیمت میں سے صرف ایک پر عمل:

اگر کبھی ایسا ہو جائے کہ کسی حکم میں دو سے زیادہ اقوال ہوں تو اس میں جو عزیمت کے قریب ہو اسے عزیمت میں اور جو رخصت کے قریب ہو اُسے رخصت میں شامل کر لیا جائے۔ لیکن یہ کام ماہر فن ہی سر انجام دے سکتا ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ اس حدیث یا قول کے بارے میں کیا کہو گے جو ایک ہی واقع ہوا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے قول یا حدیث کا چونکہ کوئی مقابل نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس میں میزان کے دو مرتبے جاری نہ ہوں گے بلکہ وہ امر متفق علیہ سمجھا جائے گا۔ اور اس کی مثال:

الف- وہ حدیث ہے جس کا مقابل منسوخ ہو گیا ہو۔

ب- یا وہ قول جسسے مجتہد نے رجوع کر لیا ہو۔

ج- یا اس کے خلاف پر علماء کا اتفاق ہو گیا ہو۔

تو ایسی مثالوں میں تمام مکلفین کے لئے ایک ہی مرتبہ ہو گا کیونکہ ان کی بجا آوری کے وقت کسی مکلف پر ایسی مشقت نہیں ہوتی جس کو ان کے ترک کرنے کی مشقت پر ترجیح ہو۔ بر خلاف ان احکام کے کہ جن میں ایسی مشقت پائی جاتی ہے تو ان کے اندر دونوں مرتبے جاری ہوں گے جیسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہ ان میں سے ہر ایک کے اندر دونوں مرتبے جاری ہوتے ہیں۔ ان میں عزیمت تو یہ ہے کہ یہ دونوں کبھی ساقط نہیں ہوتے چاہے جان اور مال کا خوف بھی کیوں نہ ہو اور رخصت یہ ہے کہ بعض ائمہ کے نزدیک جان اور مال کے خوف کے وقت یہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ ان میں عزیمت قوی لوگوں کے لئے ہے جیسے علماء اور صالحین اور رخصت عوام کے واسطے ہے جو ایمان اور یقین میں کمزور ہوں۔ [17]

امام شعرانی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میزان کے دونوں مرتبے قیاس اور استنباط احکام میں بھی جاری ہوتے ہیں۔ [18]

(و) امام شعرانی نے یہ میزان کہاں سے حاصل کیا؟

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے اس میزان کو سب سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام سے علمی، ایمانی اور تعلیمی حیثیت سے حاصل کیا، پھر میں نے اپنے مرشد حضرت علی خواص رحمہ اللہ سے سلوک طے کرنا شروع کیا یہاں تک کہ میں سر چشمۂ شریعت پر بطریق ذوق و کشف مطلع ہو گیا، اور ایسا یقین حاصل ہوا کہ اس میں کچھ بھی شک نہ رہا۔[19]

(ز) میزان کے دو مرتبے اور شان رحمتہ للعالمینی ﷺ کا اظہار:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ اگر تم کہو کہ میزان کے دو مرتبوں سے نبی رحمت ﷺ کی شریعتِ کاملہ کا کمال ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امت پر مشقت میں کمی کرنے کی غرض سے دو قسم کے احکام (رخصت و عزیمت) بیان کرتی ہے اور اسی قسم کی خوبیوں کی وجہ سے آپ ﷺ کو "رحمتہ للعالمین"[20] کہا گیا ہے کیونکہ آپ ﷺ ادیان کی تکمیل کرنے والے اور اپنی امت پر ممکنہ مشقتوں کو دور فرمانے والے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے قوی افراد پر رحم فرمایا کہ اُن کے لئے اور بلند مراتب کے حصول کے لئے عزیمتوں کی بجا آوری لازم کر دی تاکہ وہ جنت میں بلند درجات پا سکیں اور اپنی امت کے ضعیف افراد پر اس طرح رحم فرمایا کہ ان کو ایسے امور کی بجا آوری کے لئے مکلف نہیں ٹھہرایا جس کے وہ متحمل نہ ہو سکیں اور ثواب میں بھی کمی نہ فرمائی جیسا کہ مریض اور مسافر کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے اس حالت میں بھی وہ نیک اعمال لکھتے رہو جو وہ حالت صحت اور حالت قیام میں بجالاتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر شریعت اسلامیہ میں میزان کے ان دو مرتبوں کی بجائے صرف ایک مرتبہ (رخصت و عزیمت میں سے) ہوتا تو بر تقدیر مرتبۂ تشدید کے دین میں بہت تنگی ہوتی اور صرف رخصت و تخفیف کی صورت میں دین کی کچھ وقعت نہ ہوتی اور جو شخص کسی مسئلہ میں اس امام کا مقلد ہوتا جس میں اس نے عزیمت کی بجا آوری کا کہا ہے تو اُس کو بوقت ضرورت دوسرے امام کے قول پر عمل ہر گز جائز نہ ہوتا اور اس میں امت پر بہت زیادہ مشقت لازم آتی۔

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جس نے ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کو معتدل بنایا۔ اگر کوئی حکم اس میں ایسا پایا جاتا ہے جو کسی شخص پر شاق ہے تو وہیں دوسرا حکم موجود ہے جس میں رخصت اور سہولت ہے خواہ وہ حدیث ہو یا اثر، صحابی رضی اللہ عنہ کا قول ہو یا کسی امام کا۔[21]

(ح) احکامِ خمسہ کے نزول کے مقاماتِ خمسہ:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ اگر تم سوال کرو کہ اس میزان کو دو مرتبوں پر ٹھہرانے کی کوئی دلیل وحی الٰہی کی بارگاہ سے ممکن ہے حالانکہ اب تو جبریل امین علیہ السلام نازل نہیں ہوتے؟

امام شعرانی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہاں اہلِ کشف کا اس پر اتفاق ہے کہ دین کے پانچوں احکام مختلف جگہوں سے نازل ہوئے ہیں نہ کہ ایک جگہ سے جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے پس

واجب...... قلمِ اعلیٰ سے نازل ہوا ہے،

مستحب...... لوحِ محفوظ سے نازل ہوا ہے،

حرام...... عرشِ اعظم سے نازل ہوا ہے،

مکروہ ...... کرسی سے نازل ہوا ہے اور

مباح ...... سدرۃ المنتہیٰ سے نازل ہوا ہے

واجب، تشدید و عزیمت کی شہادت دیتا ہے اور مستحب، رخصت و تخفیف کی۔ اسی طرح حرام اور مکروہ میں بھی یہی نسبت ہے رہا مُباح تو وہ ایک درمیانی امر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رحمت کے لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ اس کی انجام دہی کے وقت تمام افرادِ امت مشقتوں سے راحت میں رہیں چاہے وہ مشقت کسی امر کی تکلیف کی ہو یا کسی حرام سے روکنے کی۔ تو، گویا اس مباح کے کرتے وقت بندہ نہ کسی امر کا پابند ہے اور نہ ہی کسی نہی کے ماتحت ہے کیونکہ یہ بات بندہ کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ ہمیشہ روک ٹوک میں مقید رہے۔

(ط) احکام خمسہ کی مقاماتِ خمسہ سے نزول کی حکمت:

اگر سوال کیا جائے کہ ان احکام خمسہ کے خصوصاً ان پانچ مقامات سے ہی نازل ہونے میں کیا حکمت ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ ہر مقام بندہ کو اس چیز کی طرف کھینچتا ہے جو اس مقام میں پائی جاتی ہے۔ چونکہ قلم اعلیٰ میں تکالیف واجبہ نظر آتی ہیں اس لئے وہ بندوں کو اسی طرف کھینچتا ہے اور عرشِ اعظم سے محظورات نظر آتے ہیں اس لئے وہ بندہ کو رحمت کی طرف کھینچتا ہے کیونکہ عرش، رحمن کے مستوی ہونے کا مقام ہے اس لئے وُہ اس دربار کے لوگوں کو رحمت کی ہی نظر سے دیکھتا ہے جو رحمت اس کے مناسب ہو باعتبار مسلم اور غیر مسلم ہونے کے، خواہ وُہ رحمتِ ایجاد ہو یا رحمتِ امداد یا عذاب میں مہلت کے حوالے سے رحمت ہو اور چونکہ کرسی سے اقوال و اعمالِ مکروہ کی طرف نظر کی جاتی ہے، تو اس لئے اپنے اہل کی معافی کی طرف جلدی کرتا ہے اسی واسطے مکروہ کا ارتکاب نہ کرنے والے کو اجر و ثواب دیا جاتا ہے اور اس کے مرتکب کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ رہا سدرۃ المنتہیٰ تو یہ پانچواں مقام ہے۔ اس کو منتہی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے انسان کا کوئی عمل متجاوز نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امر اور نہی قلم سے نازل ہوتا ہے لوح محفوظ تک، وہاں سے کرسی تک، پھر کرسی سے سدرہ

تک پھر مکلفوں سے اس کا تعلق ہوتا ہے تو گویا احکام کے لئے کوئی اور درجہ ایسا نہیں ہے جو سدرہ سے متجاوز ہو جائے۔ اس کے اور مظاہرِ مکلفین کے درمیان احکام کا استقرار ہوتا ہے تو عالم علوی میں احکام کے استقرار کی انتہائی جگہ سدرہ ہی ہے۔ پس اس میں غوروفکر کرو۔[22]

۲-چشمۂ شریعت کُبریٰ اور مذاہبِ فقہ:

چونکہ مشیتِ ایزدی میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ امت مسلمہ میں اولوالامر نفوسِ قدسیہ احکامِ الٰہیہ لوگوں میں اپنے اجتہاد سے جاری کریں گے اس لئے اُس نے پہلے ہی اپنے صادق وامین رسول ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ کہلوادیا:

''اذا حکم الحاکم فاجتھد و اصاب فله اجران ''[23]

(جب کوئی حاکم اپنے اجتہاد سے حکم دے اور اس میں وہ حق کے مطابق حکم دے تو اس کے لئے دواجر ہیں)

لیکن یہ بھی واضح رہے کہ اجتہاد ہر شخص کا منصب نہیں ہے اس کے لئے بھی شرائط ہیں جن کی تفصیل کتبِ اصول میں موجود ہے۔

اگر کوئی شخص ان شرائط کا جامع نہ ہو تو اس کے لئے اجتہاد ممنوع ہے بلکہ اگر کوئی ایسا آدمی اجتہاد کرنے لگے تو بجائے اجر کے عذاب کا مستحق ہو گا۔

(الف) ائمہ مجتہدین اور اتباع نبوی ﷺ:

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں:

حضرت ائمہ مجتہدین اور علماء مقلدین رسول اللہ ﷺ ہی کے قدم بقدم چلے ہیں، چنانچہ جس امر یا نہی میں آپ ﷺ نے تشدید فرمائی ہے اس میں انہوں نے بھی سختی کی اور جس امر یا نہی میں رسول اللہ ﷺ نے نرمی فرمائی ہے انہوں نے بھی نرمی اختیار کی ہے۔ جو کچھ میں نے اس کتاب (میزان کبریٰ) میں بیان کیا ہے وہ قابلِ یقین ہے اگرچہ وہ نادر اور مذاقِ زمانہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ یہ اللہ والوں کا علم ہے اور ائمہ مجتہدین کے ساتھ ادب کی رہنمائی کرتا ہے۔[24]

(ب) اقوالِ مجتہدین کی شریعت سے موافقت:

قرآن و سنت میں وارد ہونے والے جملہ اوامر و نواہی اور قیامت تک ان سے متفرع ہونے والے ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کے اقوال ہمارے اس میزان (ترازو) میں تول کر دیکھ لو، انہیں تشدید و تخفیف (عزیمت و رخصت) کے ان دو مرتبوں کے اندر پاؤ گے اور جو شخص ہمارا ذکر کردہ نکتۂ نظر کی ذوق اور بطریقِ مکاشفہ تحقیق کرے گا جس طرح کہ ہم نے ذوق اور بطریقِ کشف یہ تحریر کیا ہے تو وہ ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کے تمام اقوال کو شریعت مطہرہ قواعد و قوانین کے ماتحت پائے گا اور وہ دیکھے گا کہ یہ اسی کے انوار کی چمکتی ہوئی شعاعیں ہیں، کوئی قول بھی شریعت سے خارج نہیں ہے، اور پھر یقینا اس کا یہ کہنا کہ "تمام ائمہ مجتہدین اپنے پروردگار کی توفیق سے ہدایت پر ہیں" اس کے قلبی اعتقاد کے مطابق ہو جائے گا۔ اور اس امر کا بھی پختہ یقین ہو جائے گا کہ ہر مجتہد حق کو پانے والا ہے اور اپنے اس قول کہ "حق تک پہنچنے والا مجتہد ایک ہی ہے اور متعین بھی نہیں ہے" سے رجوع کر لے گا۔ اور احکامِ شریعت اور اقوالِ علماء کے مابین تناقض و مخالفت کا خیال بھی ختم ہو جائے گا کیونکہ کلامِ الٰہی و کلامِ نبوی ﷺ تناقض سے پاک ہے۔

اسی طرح ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی تناقض سے مبرا ہیں کیونکہ ائمہ مجتہدین کے مقام و مرتبہ کے جاننے والوں کو معلوم ہے کہ ان کا مستنبط کردہ کوئی بھی حکم، قرآن یا سنت یا دونوں سے اخذ کردہ ہے، کسی بھی مقلد کا جہل جو ائمہ مجتہدین کے مواضعِ استنباط سے ناواقف ہے، رکاوٹ نہیں بن سکتا، اور جو شخص کسی جگہ بھی احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علماء کے مابین تناقض کو دور نہیں کر سکتا تو یہ اس کی کوتاہ نظری ہے اگر وہ ان دلائل سے آگاہ ہو تا جن پر مجتہدین کے اقوال کا دارومدار ہے تو وہ ہر حدیث اور ہر قول کو شریعت کے دونوں مرتبوں (تشدید و تخفیف) میں سے ایک ایک مرتبہ پر محمول کر لیتا۔ کیونکہ یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کے اسلام، ایمان اور احسان کے مدارج کا خیال فرماتے ہوئے ان کی عقلوں کی مطابق مخاطب ہوتے تھے۔

درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ:

(قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ)[25]

(بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) فرما دیجئے تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا)

سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ ہمارا دعویٰ بالکل صحیح ہے۔ کہاں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہونا اور کہاں عرب کے بدوؤں سے مخاطب ہونا؟ کہاں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتبہ جنہوں نے خوشی و غمی اور تنگدستی و فراخی یعنی ہر حالت میں

آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرا اور کہاں وہ عرب کے بدو جنہوں نے صرف دو نمازوں (فجر و عصر) پر اسلام کی بیعت کی! بقیہ نمازوں، روزہ اور حج کو چھوڑ دیا۔[26]

(ج) مولفِ میزان کا مشورہ:

جو لوگ مذاہبِ فقہ کے حوالے سے الجھتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو غلط ثابت کرتے رہتے ہیں انہیں موئلف اپنے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان دست و گریبان ہونے والے مذاہبِ فقہ کے مقلدین کے برعکس مولف اپنی جگہ پر نہایت اطمینان اور سرور کے ساتھ بادشاہ کی طرح متمکن ہے اور ائمہ بر حق کے ہر قول کو اپنے میزان میں تول رہا ہے اور ان کے کسی قول کو میزان کے دونوں پلڑوں (تشدید و تخفیف) سے باہر نہیں پاتا ہے بلکہ وہ ان تمام اقوال کو شریعت کے وسیع دائرہ میں محصور دیکھتا ہے۔

پس اے بھائی! اس میزان پر کاربند ہو جاؤ اور مذاہبِ اربعہ کے طلبہ کو بھی آگاہ کرو تاکہ اگر وہ بطریقِ کشف مقامِ ذوق تک رسائی نہیں رکھتے تو میری اس تالیف ''میزان'' کا بطریقِ علم ہی احاطہ کی لیں۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

(فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ)[27]

(پس اگر اس پر زور کی بارش نہ پڑے تو ہلکی پھوار ہی کافی ہے)

اگر ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین علماء کے اقوال کے متعلق صحیح اعتقاد حاصل نہیں ہو پایا اور ان کا بر سر ہدایت ہونا بطریق کشف و یقین ممکن نہیں ہے تو ہمارے بتانے سے ہی مان جاؤ۔

(د) ''میزانِ'' موئلف پر اعتراضات کا جواب:

اگر کوئی شخص ہمارے اس ''میزان'' کی صحت پر تم سے مجادلہ کرے تو اس کے اس تکلیف دہ رویے کو اس وقت تک برداشت کرنا جب تک اسے اس کا ذوق حاصل نہ ہو جائے اور تم اسے مذاہب اربعہ کے علماء کے پاس جا کر اس کتاب کا مطالعہ نہ کرا لو۔ کیونکہ وہ معذور ہے اس لئے کہ ایک تو اس ''میزان'' کے مضامین نادر الوجود ہیں اور دوسرا یہ کہ اکثر انسان موجود حضرات کے مذاہب پر ان کی ہیبت کی وجہ سے اعتراض نہیں کرتا ہے اور جس مذہب کا کوئی مقلد نہ ہو اُس مذہب کی تردید کرنے لگ جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس مذہب کی نصرت کرنے والا موجود نہیں ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخلوق کے چہروں کی طرف دیکھ کر ثابت کرتا ہے۔ اس معاملے میں ہم اللہ تعالیٰ کی عافیت کا سوال کرتے ہیں۔[28]

(ھ) سرچشمۂ شریعت پر آگاہی:

شریعتِ مطہرہ کے اس سرچشمہ پر، جہاں سے تمام مجتہدین آب گیری کرتے ہیں، آگاہی کیسے ہو سکتی ہے؟ تاکہ ہم بطریقِ کشف ویقین یہ مشاہدہ کرلیں کہ مجتہدین کے تمام مذاہب صحیح ہیں۔

امام شعرانی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ کسی ایسے شیخِ کامل کے بیعت ہو جاؤ جو ہر حرکت اور سکون کے میزان سے واقف ہو لیکن بیعت کی شرط یہ ہے کہ مرید اپنی جان، مال اور اہل وعیال کا مالک اپنے شیخ کو سمجھے وہ جیسے چاہے تصرف کرے اور اسے اس پر شرح صدر حاصل ہو۔ مزید برآں یہ کہ

(i) دن اور رات میں لحظہ بھر بھی بے وضو نہ رہے۔

(ii) جب تک سلوک میں رہے افطار نہ کرے، اور جب تک اضطراری حالت کے آثار نہ پائے اس وقت تک کچھ نہ کھائے، ایسے شخص کا کھانا نہ کھائے جس کے کسب میں تقویٰ نہ ہو اسی طرح غیر متقی شخص کے ارادت مند سے بھی کھانا تناول نہ کرے۔

(iii) اللہ تعالیٰ سے لمحہ بھر بھی غافل نہ ہو بلکہ دن اور رات اس کے مراقبہ میں لگا رہے کبھی اپنے نفس کو مقامِ احسان میں حاضر کرے اس طرح کہ گویا اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کر رہا ہے اور کبھی مقام ایقان میں حاضر کرے جس کا مرتبہ، مقامِ احسان سے بھی بلند ہے۔ پس وہ اپنے رب کا دیدار دوامی طور پر ایماناً کرے نہ کہ شھوداً کیونکہ اسی میں باری تعالیٰ کی کامل تنزیہہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کے خیال میں آنے سے پاک ہے۔[29]

(و) مجملاتِ حدیث کی تشریح اور اقوالِ مجتہدین:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ)[30]

(ہم نے کوئی چیز کتاب (قرآن مجید) میں ذکر کئے بغیر نہیں چھوڑی)

اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اگر طہارت، نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی کیفیت بیان نہ فرماتے تو کوئی امتی قرآنِ کریم سے صحیح استنباط واستخراج نہ کر سکتا تھا۔ اور ہم کو رکعاتِ نماز کی تعداد معلوم نہ ہو سکتی نہ فرائض میں نہ نوافل میں، اسی طرح بہت ساری باتیں ہمیں معلوم نہ ہو سکتیں۔ جس طرح شارع علیہ السلام نے بذریعہ حدیث مجملاتِ قرآن کو بیان فرمادیا اسی طرح ائمہ مجتہدین نے احادیثِ شریعت کے مجملات کو ہمارے لئے واضح فرمادیا اور اگر وہ ہمارے لئے وضاحت نہ فرماتے تو شریعت

مجمل رہتی۔ اسی طرح قیامت تک آنے والوں کے لئے کچھ نہ کچھ اجمال باقی رہے گا جس کی وضاحت کی ضرورت بھی باقی رہے گی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو کتابوں کی شروح اور ان کے حواشی کیوں لکھے جاتے۔[31]

(ز) ائمہ فقہ کی قول بالرائے سے برأت:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ اگر تو بنظر انصاف دیکھے تو تمہیں کامل یقین ہو جائے گا کہ مذاہبِ اربعہ کے جملہ ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین علماء ظاہراً و باطناً سب کے سب اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اس لئے نہ تو کسی مذہبِ معین کے مقلد پر اعتراض کی جسارت کرنا، نہ ہی اس پر جو ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب فقہ کا پیروکار بن گیا ہے اور نہ ہی اس پر جو کسی خاص مسئلہ میں بوقتِ ضرورت[32] اپنے امام کے سوا کسی دوسرے امام کی تقلید کرے کیونکہ تجھے یقین ہے کہ جملہ مذاہب دائرہ شریعت میں داخل ہیں اس لئے کہ شریعت مطہرہ اس قدر وسیع اور کامل ہے کہ امتِ محمدیہ ﷺ کے ائمہ مجتہدین کے تمام اقوال اس میں سما سکتے ہیں اور ہر امام اپنی بصیرت کے مطابق صراط مستقیم پر ہے اور ان کا باہمی اختلاف، جو علیم و حکیم پروردگار کے حسن تدبیر کا مظہر ہے، امت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔ اس لئے کہ وہی جانتا ہے کہ اس شخص کی بدنی، دینی اور دنیوی مصلحت اس میں ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ پروردگارِ عالم، عالم کی تخلیق سے پہلے ہی اس کے تمام حالات سے واقف تھا۔ اسی لئے مومن ظاہری اور باطنی طور پر یقین رکھتا ہے کہ اگر باری تعالیٰ کو ازل میں علم نہ ہوتا کہ اہل ایمان کو مذاہبِ مختلفہ میں تقسیم کرنے میں ہی مصلحت ہے تو ان مذاہب کو پیدا ہی نہ فرماتا اور نہ ان کے مقلدین کو ان پر باقی رکھتا بلکہ وہ انہیں ایک ایسے طریقے کا پابند فرما دیتا جس سے عدول کرنا جائز نہ ہوتا۔ جس طرح کہ اصول دین سے عدول کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

(شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ)[33]

(تمہارے لئے اس نے وہی دین مقرر فرمایا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کی طرف بذریعہ وحی بھیجا اور جس کا ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (اور ان کی امتوں کو حکم دیا تھا کہ) اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا)

(ح) اصولِ دین میں اختلاف روا نہیں:

معلوم ہوا کہ اصول دین پر اس کے فروع کو قیاس نہیں کر سکتے۔ اور اس اشتباہ سے بچو کہ اصول کی طرح فروع میں بھی اختلاف ناجائز ہے کیونکہ ایسا قیاس بہت بڑی لغزش ہے۔ کیونکہ حدیث نبوی ہمارے استدلال کے حق میں فیصلہ کن ہے:

"اختلاف امتی رحمۃ"[34]

(میری امت کا اختلاف رحمت ہے)

اور یہ وہ حدیث ہے جسے آپ ﷺ نے اس امت میں اپنی خصوصیات شمار کراتے وقت چند الفاظ ارشاد فرمائے تھے جس کا مفہوم یہ ہے کہ پروردگار عالم نے میری امت کے اختلاف کو رحمت بنایا ہے حالانکہ یہ پہلی امتوں کے لئے عذاب تھا۔[35]

امام شافعی فرمایا کرتے تھے:

الاخذ بالأصول من افعال ذوی العقول ولا ینبغی ان یقال فی شیئ من الاصول لم و لاکیف۔[36]

(علم اصول کی پابندی کرنا عقل مندوں کا کام ہے اور یہ مناسب نہیں کہ اصول شریعت کے کسی حکم میں چون وچرا کی جائے)

اور آپ نے ''اصول'' میں تین چیزیں شامل کی ہیں:

(i) قرآن (ii) حدیث (iii) اور وہ قیاس جو قرآن وحدیث کا جامع ہو۔

(ط) مجتہدین کے اقوال کے انکار سے گریز:

امام شعرانی، اپنے شیخ، شیخ الاسلام زکریہ رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ چشمۂ شریعت ایک دریا کی مانند ہے، اس کے جس کنارے سے چاہو سیرابی حاصل کرو۔ کیونکہ وہ تو ہر طرف ایک ہی ہے اور یہ کہ کسی مجتہد کے قول کے انکار کی جرأت نہ کرو۔ جب تک کہ تم شریعت کے تمام دلائل کا احاطہ نہ کرلو اور اُن تمام لغات اور معانی کو نہ جان لو جن کا شریعت میں احتمال ہے اب جب تمہیں ان امور پر دسترس حاصل ہو جائے اور پھر کسی مجتہد کے کسی قول کو شریعت میں نہ پاؤ اس وقت تمہارا انکار کرنا زیبا ہے اور ان شرائط کا وجود کہاں ممکن ہے![37] کیونکہ ارشاد ہے:

ان شریعتی جاءت علی ثلثمائة و ستین طریقة ما سلك احد طریقة منها الانجا۔[38]

(میری شریعت میں تین سو ساٹھ طریقے ہیں جو جس طریقہ کو اختیار کرے گا نجات پاجائے گا)

(ی) روزِ قیامت سعید کون ہوگا؟

پس اس کی سعادت مندی کے کیا کہنے! جسے باری تعالیٰ شریعت مطہرہ کے چشمۂ اولیٰ سے آگاہ کردے، جس طرح ہمیں آگاہ فرمایا ہے۔ اور وہ یقین کرنے لگے کہ ہر مجتہد برحق ہوتا ہے۔ اس دن اس کی کامیابی اور خوشی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جب تمام علماء اس کا ہاتھ پکڑیں گے اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرائیں گے اور ہر عالم بڑھ کر اس کی شفاعت کرے گا، اور اس شخص کو کتنی ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا جو راہ سلوک طے کرنے سے قاصر رہا اور شریعت کے چشمہ اولیٰ کے مشاہدہ سے محروم

رہا اور تمام مجتہدین میں سے صرف ایک کو حق تک پہنچنے والا بتایا اور باقی مجتہدین کو خطاوار گردانا۔ جملہ مجتہدین، جنہیں اس نے اپنی ناقص فہم سے خطاوار گردانا ہوگا، ان کی طرف جہالت منسوب کی ہوگی اور بے ادبی کا ارتکاب کیا ہوگا، روز محشر اس سے منہ پھیر لیں گے۔[39]

(ک) ائمہ مجتہدین اور قول بالرائے:

امام عبد الوہاب شعرانی نے متعدد مقامات پر بالتکرار ائمہ فقہ کی بالعموم اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کی بالخصوص نہایت مسکت دلائل سے قول بالرائے سے برأت ثابت کی ہے۔ ایک فصل کے مقدم کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اس فصل کی تقدیم کی وجہ یہ ہے تا کہ میں طالب علم کو آگاہ کروں کہ تمام مجتہدین دینِ حق میں قول بالرائے سے بالکل بری ہیں اور اس کو اس طرف راغب کروں گا کہ وہ خوش دلی سے مجتہدین کے تمام اقوال پر عمل کرنے لگے اور میزان کے دونوں مرتبوں کے موافق اسے شرح صدر ہو جائے اور یہ کہ تمام مجتہدین اپنے اپنے تلامذہ کو قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے اگر ہمارے کسی کلام کو قرآن وسنت کے ظاہر کے خلاف پاؤ تو قرآن وسنت پر ہی عمل کرو اور ہمارے قول کو دیوار پر مار دو۔

ان کا یہ فرمانا امت کے لئے احتیاط اور رسول اللہ ﷺ کے ادب کی خاطر تھا کہ کہیں شریعت میں ہماری طرف سے کسی ایسے امر کا اضافہ نہ ہو جائے جو رسول اللہ ﷺ مطلوب و مقصود نہ ہو اور یہ کہ ہمارا نام ائمہ مضلین (گمراہ ائمہ) میں نہ لکھ دیا جائے۔ ہاں البتہ جس امر کی صحت کی شریعت اور اس کے قوانین شہادت دیتے ہیں تو وہ بھی شریعت شمار ہوگا اگرچہ شارع نے اس کی صراحت نہ کی ہو۔ امام بیہقی نے "السنن الکبریٰ" کے "اب القضاء" لکھا ہے:

اعلم ان الرای المذموم هو كل ما لایکون مشبها بالاصل[40]

جاننا چاہئے کہ دین میں وہ رائے مذموم ہے جو شریعت کی کسی اصل کے مشابہ نہ ہو)

اور جس قدر احادیث قول بالرائے کی مذمت میں وارد ہیں ان سب میں رائے سے مراد مذموم رائے ہے۔[41]

(ل) احکام شریعت کی تین اقسام:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ شریعت کی تین اقسام ہیں:

اول: وہ احادیث مبارکہ جن کا ورود بذریعہ وحی ہوا ہو مثلاً:

۱- يحرم من الرضاع ما يحرم عن النسب[42]

(جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہیں، وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہیں)

ب- لا تنكح المرأة على عمتها ولا خالتها[43]

(کسی عورت کا اس کی پھوپھی اور خالہ کا نکاح ہونے کے بعد، وہاں نکاح نہیں کیا جائے گا)

ج- لا تحرم فى الرضاعة المصة ولا المصتان[44]

(ایک دفعہ یا دو دفعہ عورت کا دودھ چوسنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی)

د- الدية على العاقلة[45]

(خون بہا قاتل کے خویش واقرباء پر ہے)

اسی طرح وہ قوانین اور اصول جو ان احادیث کے قائم مقام ہیں۔ ثبوت شرعی کے لحاظ سے یہ قرآن کریم کی مانند ہیں۔ اس حوالے سے کہ ان کی عدم مخالفت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

دوم: وہ احکام ہیں جن کی باری تعالیٰ نے رسول ﷺ کو اپنی رائے سے جاری کرنے کی اجازت بخشی ہے کہ آپ انہیں امت کے لئے مسنون کر دیں مثلاً:

ا- مردوں کے لئے ریشمی لباس کا حرام قرار دینا۔

ب- مکہ شریف کو حرم بنانے کے سلسلے میں اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی درخواست پر اذخر کو مستثنیٰ قرار دینا۔

ج- حدیث نبویؐ :

لو لا أن أشق على امتى لأخرت العشاء الى ثلث الليل[46]

(اگر میں اپنی امت پر گراں محسوس نہ کرتا تو نماز عشاء کو رات کے اول ثلث تک موخر کر دیتا)

د- جس طرح ایک شخص کے حج کے ہر سال فرض ہونے کے سوال کے جواب میں فرمایا:

ولو قلت نعم لو جببت [47]

(اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا)

رسول اللہ ﷺ حتی الوسع اپنی امت پر تخفیف فرماتے تھے اور انہیں کثرت سوال سے منع کرتے ہوئے فرماتے:

اتركونى ما تركتكم[48]

(مجھے چھوڑے رکھو جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں)

کیونکہ ان کے سوال کرنے میں اندیشہ تھا کہ کہیں احکام کے نزول میں اتنی کثرت نہ ہو جائے کہ ان پر عمل کرنے سے یہ لوگ عاجز آجائیں۔

سوم: وہ احکام ہیں جو شارع علیہ السلام نے اپنی امت کی فضیلت اور تادیب کا باعث بنائے ہیں اگر ان پر عمل پیرا ہو گی تو فضیلت حاصل کرے گی اور اگر وہ انہیں ترک کر دے گی تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہو گا مثلاً

ا- پچھنے لگا کر روزی کمانے سے منع فرمانا

ب- پاؤں دھونے کی بجائے موزوں پر مسح کرنے کا حکم

ج- عورتوں کو زیارت قبور اور ریشمی لباس پہننے سے منع فرمانا۔

اور یہ بات طے ہے کہ قرآن شریف کے لئے حدیث فیصلہ کرنے والی ہے نہ کہ اس کا برعکس، اس لئے کہ حدیث میں مجملات قرآن کا بیان ہے اسی طرح ائمہ مجتہدین وہ وہ رجال کار ہیں جنہوں نے ہمارے لئے مجملات حدیث کو واضح فرمایا اور اسی طرح ان کے متبعین جنہوں نے مجتہدین کے کلام کے مجملات کو واضح فرمایا اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔[49]

(م) شریعت مطہرہ اور مذاہب فقہ کے مابین مماثلت... سرچشمہ اور نہریں:

امام شعرانی المیزان الکبری کے آغاز "خطبۃ الکتاب" میں فرماتے ہیں:

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے شریعت مطہرہ کو ایسا سرچشمہ بنایا جس سے تمام نفع بخش علوم کے دریا اور نہریں پھوٹتی ہیں اور اس کی ندیاں دلوں کی سرزمین پر اس طرح بہائیں کہ جس طرح نزدیک رہنے والے کا دل ان سے سیراب ہو سکتا ہے اسی طرح دور دراز رہنے والے شخص کا دل بھی علماء شرع کی تقلید کر کے ان سے شاد کام ہو سکتا ہے اور جس پر چاہا چشمہ شریعت، جملہ احادیث و آثار، جو مختلف بلاد و امصار میں شائع و رائج ہیں، پر آگاہ کرنے کا اس پر احسان فرمایا۔ اور بذریعہ کشف اسے شریعت کے چشمۂ اولی سے آگاہی بخشی جس سے ہر دور اور ہر زمانہ کے جملہ اقوال متفرع ہوتے ہیں، لیکن جب اس (عارف باللہ) نے بطریق کشف و معائنہ ہر دو طریقوں سے تمام اقوال کا چشمۂ شریعت سے اتصال دیکھ لیا تو وہ جملہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کے اقوال کے برحق ہونے کا اقرار کر لیا اور وہ چشمۂ شریعت سے اکتساب فیض کرنے میں تمام مجتہدین کے شریک ہو گیا اگرچہ وہ نظر بصیرت سے قاصر اور بلحاظ زمانہ ان سے موخر ہو۔ کیونکہ شریعت ایک بڑے

اور پھیلے ہوئے درخت کی مانند ہے اور اقوال علماء اس کی ٹہنیوں اور شاخوں کی طرح ہیں جس طرح عمارتیں بغیر دیواروں کے وجود پذیر نہیں ہو سکتیں اسی طرح شاخ بغیر جڑ کے اور پھل بغیر ٹہنی کے بھی نہیں ہو سکتا۔[50]

(ن) امام شعرانی کا اپنے پہلے نکتہ نظر سے رجوع:

سر چشمۂ شریعت سے آگاہی کے بعد امام شعرانی فرماتے ہیں:

اب تمام مذاہب میرے نزدیک شریت کے دریا سے اس طرح متصل ہیں جس طرح انگلیاں ہتھیلی سے اور سایہ تیر سے متصل ہوتا ہے اور میں اپنے اس پرانے اعتقاد سے رجوع کرتا ہوں جس سے میں اپنے مذہب کو دیگر مذاہب پر ترجیح دیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ جملہ ائمہ سے حق تک پہنچنے والا ایک ہے اور وہ بھی معین نہیں ہے اور اس آگاہی پر مجھے بے انتہا مسرت ہوئی۔[51]

۳۔حکمت اختلاف:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ قیاس و اجتہاد کی قدرت رکھنے کے باوجود حتی الوسع اس سے احتراز ہی فرماتے تھے تاکہ بارگاہ رسالت کا ادب برقرار رہ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ زجر اور کسی امر سے نفرت دلانے کے سلسلے میں وارد احادیث کو ظاہر پر رکھنا اور ان میں کسی قسم کی تاویل نہ کرنا ادب کی بات ہے کیونکہ جب ان میں تاویل کر لی جائے گی تو شارع علیہ السلام کا مقصد فوت ہو جائے گا مثلاً

ا۔ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا[52]

(جو ہمارے ساتھ ساتھ خیانت کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے)

ب۔ مَنْ تَطَيَّر أَوْ تَطَيَّر له[53]

(جو بدفالی لے یا اس کے لئے بدفالی لی جائے)

ج۔ليس مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ ودَعَا بدعوىٰ الجاهلية[54]

(جو رخساروں پر مارے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی سی چیخ و پکار کرے وہ ہم میں سے نہیں)

اگر کوئی عالم تاویل کرے اور یہ کہے کہ ان احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ ان منہیات کا مرتکب صرف اسی عادت میں ہم سے جدا ہے اور باقی عادتوں میں ہمارے زمرہ میں داخل ہے تو فاسق آدمی ان منہیات کو ہلکا جانے گا۔ سلف صالحین کا اس قسم کی احادیث میں تاویل نہ کرنے کا ادب ان کے شارع علیہ السلام کے اتباع کی دلیل ہے اگرچہ قواعد شریعت اس قسم کی تاویل کی شہادت دیتے ہوں۔[55]

(الف) اختلاف امتی رحمة کا مفہوم:

(i) یہاں اختلاف سے مراد امت مسلمہ کا فروعی معاملات میں اختلاف ہے جو کہ ان کے لئے اور ان کے متبعین کے لئے باعث وسعت ہے نہ کہ اصول دین میں اختلاف جیسے توحید اور اس کے لوازمات۔

(ii) بعض علماء فرماتے ہیں کہ اختلاف سے مراد امور معیشت میں اختلاف ہے

سلف صالحین اس قسم کے جائز اختلاف پر لفظ "اختلاف" کا اطلاق برا جانتے تھے اس لئے کہ کہیں اس لفظ کو سن کر عوام خلاف مقصود "اختلاف" مراد نہ لے لیں۔ یہی وجہ ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے:

"لا تقولوا اختلف العلماء فی کذا وقولوا قد وسع العلماء علی الأمة بکذا"[56]

(یہ نہ کہا کرو کہ علمانے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے بلکہ یہ کہو کہ علماء نے اس مسئلہ میں امت پر وسعت بخشی ہے)

اسی طرح امام شافعی کا قول ہے:

اِنّ اعمال الحدیثین أو القولین بحملهما علٰی حالین أولٰی مِنْ الغاء احدهما[57]

(دو متعارض احادیث یا اقوال کو یہ تاویل کر کے معمول بہا بنانا کہ یہ قول اس حالت میں صحیح ہے اور دوسرا اس حالت میں بہتر ہے، اس سے بہت بہتر ہے کہ ایک پر عمل کیا جائے اور دوسرے کو لغو کر دیا جائے)

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ علی خواص رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر مقلد پر تمام ائمہ مذاہب کا ادب لازم ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے کسی شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ردّ ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری زبان کو کاٹے۔ تیرے جیسا شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں یہ جسارت کرتا ہے۔ ادب یہ تھا کہ تو کہتا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو یہ حدیث ملی نہ ہو گی۔[58]

(ب) چشمۂ شریعت اور مذاہب مجتہدین کا تمثیلی پیرایہ:

امام عبد الوہاب شعرانی نے مختلف اسالیب سے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ منبع، شریعت مطہرہ ہے جبکہ مجتہدین کے اقوال اس سے ماخوذ و مستفاد ہیں مثلاً امام شعرانیؒ فرماتے ہیں:

ا- میں نے اپنے شیخ علی خواص کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علماء شرع نے طالب علم کو ایک معین مذہب اور علماء حقیقت نے مرید کو ایک ہی شیخ کی پیروی کا حکم محض اس وجہ سے دیا ہے تاکہ مقصود کا راستہ قریب ہو جائے کیونکہ سرچشمۂ شریعت یا بارگاہ الٰہی کے دربار معرفت کی مثال ہتھیلی کی سی ہے اور مجتہدین کے مذاہب اور طرق مشائخ کی مثال انگلیوں کی سی ہے اور کسی مذہب یا کسی شیخ کے طریق پر عمل پیرا ہونے کے زمانوں کی مثال ایسی ہے جیسے انگلیوں کے پوروں کی گرہیں۔ اس شخص کے لئے جو ہتھیلی تک پہنچنا چاہتا ہو لیکن اسے انگلیوں کے پوروں سے گزر کر آنا ہوگا کیونکہ انگشت کی ہر گرہ چشمہ شریعت یا چشمۂ معرفت کے ایک تہائی راستہ کی ہے اس لئے کہ ہر انگشت میں تین گرہیں ہیں ان کے بعد مطلوب و مقصود یعنی ہتھیلی ہے۔ [59]

ب- شیخ مذکور کے حوالے سے ہی فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس کی نظر کو وسعت عطا ہو اور وہ شریعت میں اس قدر تبحرت پیدا کرے کہ تمام ادوار کے علماء کے اقوال سے واقف ہو جائے تو وہ اس حقیقت تک پہنچ جائے گا کہ شریعت آیات، احادیث اور آثار سے بنی ہوئی ہے اس کا تانا بانا انہی امور سے بنا ہے اور جو شخص کسی حدیث، اثر یا علماء کے کسی قول کو شریعت سے خارج جانے تو یہ اس کی کوتاہ فہمی، جہالت اور کم علمی کی دلیل ہے۔ ایسے شخص کے علم کی مثال اس کپڑے کی سی ہے جس کے عرض یا طول میں ایک لڑی یا اس سے زیادہ ناقص رہ گئی ہو پس شریعت کا مسئلہ در حقیقت تمام مذاہب صحیحہ اور ان کے اقوال کا نام ہے لیکن اس کے نزدیک جو صاحب عقل و بصیرت ہو [60]

ج- امام شعرانی فرماتے ہیں کہ جب میں نے مذاہب مجتہدین اور ہمارے زمانہ تک تمام ادوار میں ان سے متفرع ہونے والے اقوال پر نظر ڈالی تو میں اس بات پر قادر نہ ہو سکا کہ ان میں سے کسی قول کو بھی شریعت سے خارج بتلاؤں کیونکہ وہ جملہ اقوال و مذاہب شریعت کے چشمہ اولیٰ سے مرتبط نظر آ رہے تھے اور اس کی سب سے قریب الفہم مثال مچھلی کے شکاری کا جال ہے جو مصر میں بنایا جاتا ہے تو اس کا پہلا منبع (پھندہ، جہاں پر مچھلیاں جمع ہوتی ہیں) شریعت مطہرہ کے سرچشمہ کی طرح ہے۔ اس کے بعد پھر جس قدر آخر تک پھیلے ہوئے پھندے دیکھتے ہو یہ سب ائمہ مجتہدین اور قیامت تک ان کے آنے والے مقلدین کے اقوال کی طرح ہیں جن میں سے ہر قول چشمۂ شریعت سے جڑا ہوا ہے اور ان میں سے ہر چشمہ اپنے مافوق سے متصل ہے یہاں تک کہ سلسلہ شریعت کے پہلے چشمہ تک جا پہنچتا ہے۔ [61]

(ج) سرچشمۂ شریعت کا مشاہدہ نہ کرنے والے کے بارے میں حکم:

جس نے شریعت کے سرچشمہ کا مشاہدہ نہ کیا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے امام کو دوسرے ائمہ پر ترجیح دے۔ امام الحرمین، ابن السمعانی، غزالی اور الکیا الھراسی نے بھی اسی کی تصریح کی ہے اور اپنے تلامذہ کو بھی حکم دیا ہے: "تم پر لازم ہے کہ تم اپنے امام، شافعی کے مذہب کی پابندی کرو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے عدول کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور یہ صرف امام شافعی ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر اس شخص کے نزدیک جو تعصب سے خالی ہے۔ ائمہ مجتہدین کے مقلدین میں سے ہر مقلد پر اپنے اپنے امام کے بارے میں یہی اعتقاد رکھنا لازم ہے تاوقتیکہ وہ چشمۂ شریعت کا مشاہدہ نہ کرلے۔[62]

(د) ائمہ مجتہدین کے اقوال کے چشمہ شریعت سے اتصال کی حسی مثالیں:

ذیل میں وہ حسی مثالیں بیان کی جائیں گی جن سے ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کے اقوال کا شریعتِ کبریٰ کے چشمہ سے اتصال واضح ہو جائے گا۔

۱- پہلی مثال بارگاہ وحی کی ہے جس سے تمام احکام متفرع ہوتے ہیں اور وہ اس طرح ہے:

اے بھائی! ان بارگاہوں میں غور کرو اور وحی الٰہی کی بارگاہ کے علاوہ ان کا آپس میں ایک دوسرے سے متصل ہونا بھی ملاحظہ کرو کیونکہ بارگاہ وحی کے اتصال کی کیفیت عقل کی دسترس سے ماوراء ہے اسی وجہ سے ہم نے اس کو علیحدہ رکھا ہے اور کسی کے ساتھ متصل نہیں کیا برعکس دیگر بارگاہوں کے کہ ان کے حلقوں کو ماتحت حلقوں سے ملا دیا ہے۔ اسی طرح ہم نے قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی بھی علیحدہ بارگاہ مقرر نہیں کی کیونکہ ہم فرمان باری تعالیٰ:

(مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ)[63]

(جو رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتا ہے تو تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی)

کے مطابق قرآن کریم کے وہی معانی سمجھ سکتے ہیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے آگاہی بخشی ہے اگرچہ باری تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اختیار عطا کیا ہے کہ جس امر کو چاہیں شریعت میں داخل کریں۔[64]

جیسا کہ مکہ مکرمہ کے درختوں کی تحریم والی حدیث میں وارد ہے:

(جب نبی رحمت ﷺ نے مکہ مکرمہ کے درختوں کو کاٹنا حرام قرار دیا) تو آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا سوائے اذخر کے[65] (یعنی اسے حرام قرار نہ دیں، تو نبی رحمت ﷺ نے اذخر گھاس کی تحریم منسوخ فرمادی) اگر باری تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو کسی امر کے مشروع کرنے کا اختیار نہ عطا فرمایا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء میں سے کسی کو مستثنیٰ کرنے کی جسارت نہ فرماتے۔ اس حقیقت کو سمجھو۔[66]

ب- یہ مثال اس پاکیزہ درخت کی ہے جس کے ساتھ چشمہ شریعت کو تشبیہ دی گئی ہے۔

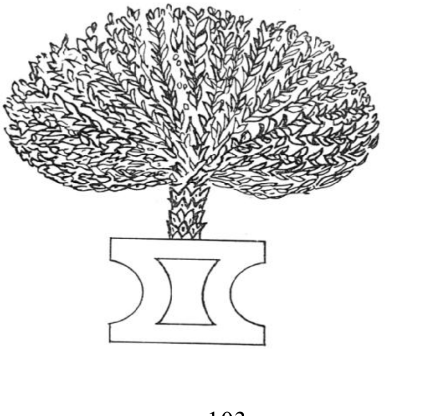

اس درخت کے نیچے اس کی جڑ کو ملاحظہ کرو اور پھر اس کی شاخوں، ٹہنیوں اور پھلوں کو دیکھو۔ آپ ان سب کو اس درخت کی جڑ سے نکلتا ہوا پائیں گے اسی طرح سر چشمۂ شریعت کی مثال ہے۔ پس

بڑی شاخیں ائمہ مجتہدین کے اقوال کی،

چھوٹی شاخیں اکابر مقلدین کے اقوال کی،

ان شاخوں سے نکلنے والی ٹہنیاں مقلدین طلبہ کی اور

چھوٹی کے اوپر سیاہ نقطے وہ ان مسائل کی

مثالیں ہیں جو امام مہدی علیہ السلام کے آمد تک کے ہر زمانہ کے علماء کے اقوال سے مستنبط ہوں گے کیونکہ ان کے ظہور کے بعد ان سے پہلے مذاہب کے اقوال پر عمل کی پابندی ختم ہو جائے گی جیسا کہ اہل کشف نے اس کی تصریح کی ہے اور امام مہدی علیہ السلام کو شریعت محمدی ﷺ کے مطابق احکام الہام کئے جائیں گے اس طرح کہ اگر رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے تو ان کے جاری کردہ احکام کو درست قرار دیتے جیسا کہ نبی رحمت ﷺ نے اپنی حدیث مبارک میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:

"یقفو أثری لایخطئ "[67]

(میرے نقش قدم پر گامزن ہوں گے اور اس میں خطا بھی نہ کریں گے)

پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا تو اجرائے حکم کا طریق تبدیل ہو جائے گا اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شریعت محمدیہ ﷺ کے احکام کے مطابق حضرت جبریل علیہ السلام وحی لایا کریں گے۔ پس (معلوم ہوا کہ) شریعت محمدیہ ﷺ کی حقیقت سے نہ تو کوئی نبی علیہ السلام خارج ہوا اور نہ ہی متقدمین اور متاخرین میں سے کوئی عالم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمھم اللہ آپ ﷺ کی شریعت کے دائرہ میں محصور ہیں اور ان تمام کا علم آپ ﷺ ہی کے چشمۂ شریعت اور شجر علم سے ہی متفرع ہے۔ ائمہ شریعت کا کوئی قول بھی ایسا نہیں ہے جو اس درخت، اس کی شاخوں یا ٹہنیوں سے نکلا ہوا نہ ہوا اور جو شخص بھی امعان نظر سے درخت میں غور و فکر کرے گا تو وہ ہر قول کو اپنے سے ماقبل قول کے ساتھ متصل پائے گا۔[68]

والحمد للہ وحدہ

ج- مذاہب مجتہدین اور ان کے مقلدین کے جملہ مذاہب و اقوال کی ایک اور مثال مندرجہ ذیل ہے، پس اس میں غور و فکر کرو۔

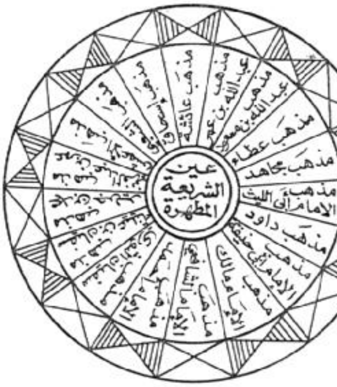

اے میرے بھائی! اس تصویر کے اندر سب سے چھوٹے درمیانی دائرے کو دیکھو، وہی اصل شریعت ہے جس سے ائمہ مجتہدین اور قیامت تک آنے والے ان کے مقلدین کے اقوال پھوٹتے ہیں اور بڑے دائرے سے جو خطوط شروع ہو کر چھوٹے دائرہ پر ختم ہو گئے ہیں وہ تمام مجتہدین کے مذاہب کی مثالیں ہیں خواہ ان پر اب بھی عمل کیا جاتا ہے یا متروک ہو چکا ہے۔ پس جو شخص اس دائرہ میں غور کرے گا تو ہمارے اس موقف کو ضرور جان لے گا کہ کوئی مذہب بہ نسبت دوسرے مذہب کے شریعت سے زیادہ قریب نہیں ہے کیونکہ ہر ایک مذہب ایک ہی سرچشمہ سے مل جاتا ہے۔[69]

د۔ مذاہب جتھدین کے چشمۂ شریعت سے متصل ہونے کی ایک اور مثال شکاری کا جال ہے جس کا ہر پھندا پہلے پھندے سے متصل ہے اور یہ تمام نیچے والے پھندے سے مل جاتے ہیں۔ مثال کی تصویر ملاحظہ ہو:

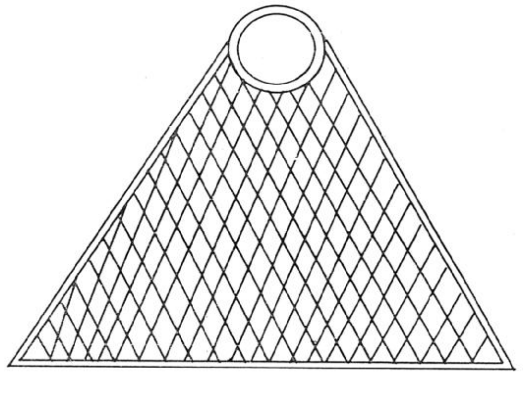

پس اے میرے بھائی! تصویر بالا میں پہلے پھندے کو دیکھو جو اصل شریعت کی مثال ہے پھر اس اصل سے متصل تمام پھندوں کو دیکھو وہ ان اقوال کی مثالیں ہیں جو اصل شریعت سے متصل ہیں تو ثابت ہوا کہ مجتہدین کا کوئی قول بھی شریعت کی اصل سے نہیں نکل سکتا۔ اس جال کے جس پھندے کو پکڑ لوگے وہ تم کو سب سے پہلے پھندے سے متصل کر دے گا اور جو شخص اس منظر کا غور سے مشاہدہ کرے گا تو اس کے نزدیک مجتہدین اور ان کے مقلدین علماء کے اقوال صحت کے اعتبار سے مساوی ہو جائیں گے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم [70]

ھ- مندرجہ ذیل تصویر بطریق سند ظاہری مذاہب مجتہدین اور ان کے مقلدین کے اقوال کے قرآن و سنت سے متصل ہونے کی ہے:

(i) حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، وہ رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ جبریل علیہ السلام سے اور وہ باری تعالیٰ سے

(ii) حضرت امام مالک حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ رسول اللہ ﷺ سے، آپ حضرت جبریل علیہ السلام سے اور وہ باری تعالیٰ سے۔

(iii) امام شافعی، امام مالک سے، وہ حضرت نافع سے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وہ رسول اللہ ﷺ سے، آپ ﷺ حضرت جبریل سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔

(iv) امام احمد بن حنبل، امام شافعی سے، وہ امام مالک سے، وہ حضرت نافع سے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وہ رسول اللہ ﷺ سے، آپ ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام سے اور وہ باری تعالیٰ سے بیان کرتے ہیں۔ غور سے دیکھو کہ کس طرح ابتداء سے لے کر انتہا تک بحر شریعت مذاہب ائمہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

روز محشر حساب کتاب کے وقت میزان کے نزدیک ائمہ اربعہ اور ان کے پیروکار بغرض شفاعت ان کے پیچھے اس طرح کھڑے ہوں گے۔ [71]

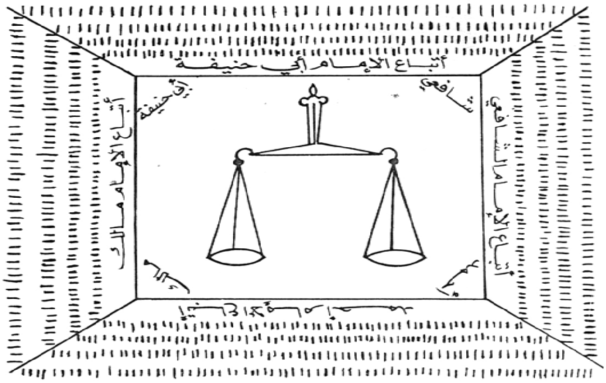

ا- یہ مثال مذاہب ائمہ مجتہدین کے ان راستوں کی ہے جو جنت کے دروازوں تک پہنچا دیتے ہیں اور یہ کہ جو بھی ان میں سے کسی مذہب پر عمل کرے گا اس کو وہ جنت تک پہنچا دے گا۔[72]

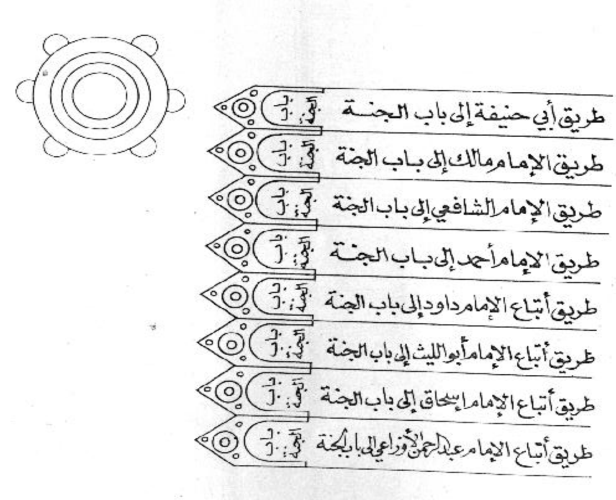

ز- مندرجہ ذیل تصویر ائمہ مجتہدین کے ان گنبدوں کی مثال ہے جو جنت کی نہر حیات پر واقع ہیں جو اس دنیا میں بحر شریعت کی مظہر ہے۔ اس کے اندر میں نے رسول اللہ ﷺ کا ائمہ کے قبوں کے ساتھ اس لئے ذکر کیا ہے کہ ائمہ

اربعہ نے اس مقام کو محض آپ ﷺ کی شریعت کے اتباع سے حاصل کیا ہے اور جنت میں ان کے لئے کمال نعمت رسول اللہ ﷺ کا دیدار ہو گا۔ اس حقیقت میں غور کرو، ہدایت پاجاؤ گے ان شاء اللہ

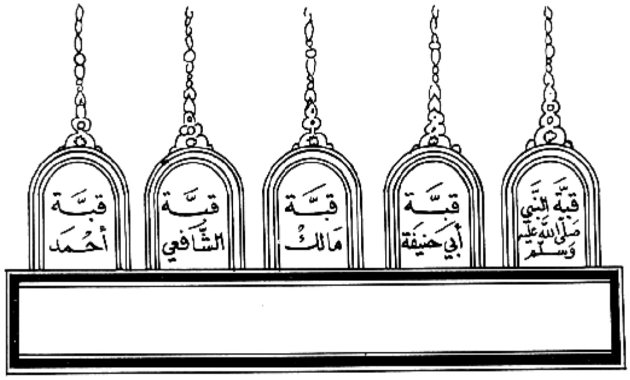

ہم نے اس مثال میں مجتہدین میں سے سے صرف ائمہ اربعہ پر اقتصار اس لئے کیا ہے کہ یہی وہ حضرات ہیں جن کے مذاہب کی تدوین ہمارے زمانہ تک ہمیشہ رہی ہے اور امت کی شریعت کی طرف راہنمائی کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے نائب ہیں گویا کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن تک حیات رہیں گے اسی لئے ہم نے ان کے قبوں کو رسول اللہ ﷺ کے قبہ کے پہلو میں رقم کیا ہے کیونکہ یہ نہ تو دنیا میں رسول اللہ ﷺ سے جدا ہوئے ہیں نہ آخرت میں جدا ہوں گے اور یہ قبے میں نے اپنے اٹکل پچو سے رقم نہیں کئے بلکہ میں نے انہیں جس طرح بعض مواقع پر جنت میں دیکھا ہے اسی طرح رقم کر دیا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین [73]

(ھ) فقہی مذاہب کے دلائل کا مطالعہ:

امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے بحمد اللہ تعالیٰ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ کے مذاہب کے ادلہ کا مطالعہ کیا ہے خصوصی طور امام ابو حنیفہ کے مذہب کے دلائل کا۔ بلاشبہ میں نے ان میں بہت زیادہ غور و فکر کیا ہے اور اس حوالہ سے امام زیلعی کی کتاب (نصب الرأیۃ) کا مطالعہ کیا ہے جس میں انہوں نے کتاب الھدایۃ میں آنے والی احادیث کی تخریج کی ہے اس کے علاوہ مزید کتب شروح بھی میری نظر سے گزری ہیں تو میں نے آپ اور آپ کے اصحاب کے دلائل کو:

حدیث صحیح،

حدیث حسن یا

حدیث ضعیف کے درمیان پایا جو طرق کے کثیر ہونے کی وجہ سے صحیح الاحتجاج (قابل حجت) ہونے میں حدیث حسن کے ساتھ لاحق ہے یا حدیث صحیح کے ہم پلہ ہے جو تین طرق سے لیکر دس طرق تک روایت ہوئی ہے۔ اور جمہور محدثین نے طرق کثیر والی ضعیف حدیث کو قابل حجت ہونے میں کبھی حدیث صحیح کے ساتھ ملحق کیا ہے کبھی حدیث حسن کے ساتھ۔

حدیث ضعیف کی یہ قسم امام بیہقی کی "السنن الکبریٰ" میں بکثرت پائی جاتی ہے، جسے انہوں نے اس مقصد کے لئے تالیف کیا ہے کہ اس میں تمام ائمہ اور ان کے اصحاب کے اقوال کو قابل حجت قرار دیا جاسکے۔ پس جب وہ حدیث صحیح یا حسن نہیں پاتے تو وہ اسی ضعیف حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اسے چند طرق سے روایت کرنا کافی سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ان طرق روایت میں سے بعض طرق بعض کو تقویت دیتے ہیں۔

اگر امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کے ادلہ اور اقوال کو ضعیف مان بھی لیا جائے تو یہ کچھ ان کی خصوصیت نہیں بلکہ اس بارے میں تمام ائمہ، امام ابو حنیفہ کے شریک ہیں۔ قابل ملامت تو وہ شخص ہے ایک ہی طریق سے روایت کردہ حدیث واہی سے استدلال کرے۔ اس قسم کی حدیث ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی دلیل میں نہیں ملے گی۔ یہ بات واضح ہوگئی کہ کوئی بھی امام حدیث ضعیف کو اسی وقت دلیل بناتا ہے جب اس کے طرق روایت کثیر ہوں اور یہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ امام ابو حنیفہ و دیگر کی طرف سے جو جواب بھی دوں گا وہ محض سینہ کی صفائی اور ان کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر نہ دوں گا بلکہ آپ اور آپ کے اصحاب کے اقوال کے دلائل کی اچھی طرح تفتیش اور تتبع کرلینے کے بعد لکھوں گا۔ اس حوالے سے میری کتاب "المنہج المبین فی بیان ادلہ المجتہدین" اس موضوع پر حاوی ہے کیونکہ میں نے اس میں تمام مذاہب کے، خواہ مستعملہ ہوں یا متروکہ، دلائل جمع کئے ہیں۔[74]

سوال: اگر کوئی شخص سوال کرے کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ "مذہب ابو حنیفہ" میں کوئی دلیل ضعیف نہیں ہے کیونکہ آپ کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان سلسلہ رواۃ، صحابہ اور تابعین کا ہے اور وہ سب کے سب جرح و قدح سے سالم ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض حفاظ حدیث نے امام صاحب کی بعض دلیلوں کو ضعیف کہا ہے اور تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب: امام شعرانی اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم پر واجب ہے کہ جن راویوں کی وجہ سے حفاظ نے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے ان سے مراد وہی راوی لیں جو امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد اس حدیث کو روایت کرنے والے ہیں اور انہوں نے امام ابو حنیفہ کے طریق روایت کے علاوہ دوسرے طریق کو اختیار کیا ہے کیونکہ تینوں ائمہ مجتہدین کے مسانید میں جس قدر احادیث موجود ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ کیونکہ اگر وہ صحیح نہ ہوتیں تو وہ ان

سے ہر گز استدلال نہ فرماتے۔ اور امام صاحب سے نیچے کی سند میں کسی راوی کا کاذب ہونا یا کذب سے متہم ہونا کوئی نقص پیدا نہیں کرتا۔ ہمارے واسطے اس حدیث کی صحت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مجتہدین نے اس سے استدلال کیا ہے اس لئے اس حدیث پر عمل کرنا ہمارے لئے ضروری ہے چاہے کوئی اور اسے روایت نہ بھی کرے۔ اس نکتہ میں غور و فکر کرو جس کی طرف میں نے متوجہ کیا ہے کیونکہ یہ تمہیں کسی محدث کے کلام میں نہیں ملے گا۔ اور تمہیں چاہئے کہ امام ابو حنیفہ کی تینوں مسانید کے مطالعہ سے قبل ان کی کسی دلیل کو ضعیف قرار نہ دو۔ اس بات کا بھی تو احتمال ہے کہ جس شخص نے امام ابو حنیفہ کے مذہب کے ادلہ کو ضعیف قرار دیا ہے اس سے مراد امام ابو حنیفہ کے اصحاب کا مذہب ہو جو ان کے بعد وجود پذیر ہوا ہے جسے انہوں نے امام صاحب کا مذہب سمجھا حالانکہ یہ ان کے امام صاحب کے مذہب سے ناواقفیت کی دلیل ہے حالانکہ امام صاحب کا مذہب وہ ہے جو ان کے اپنے اقوال پر مشتمل ہے اور ان کی حیات میں ان کی وفات تک اس سے اس کا رجوع ثابت نہیں ہے۔ یہ ناواقفیت صرف عوام میں نہیں بلکہ بہت سے طلبہ میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ امام صاحب کے تلامذہ کے مذاہب کو امام صاحب کا مذہب بتا دیتے ہیں حالانکہ اس خاص مسئلہ میں امام صاحب کا کوئی قول منقول نہیں ہوتا لیکن ان کی یہ حرکت خلاف تقویٰ اور غیر محتاط ہونے کی دلیل ہے۔[75]

۴-بظاہر متناقض احادیث... عزیمت ورخصت کی دو صورتیں:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ الٰہی میں استخارہ کیا اور اپنے احباب کے حسب خواہش ان مشکل الفاظ کو ان سہل الفاظ میں واضح کیا میرے نزدیک مجھ سے پہلے کسی امام نے اس موضوع پر قلم نہیں اٹھایا اور میں نے حسب ضرورت اس میزان کی بسط و وضاحت کی پوری کوشش کی ہے اور جس قدر احادیث باہم متناقض سمجھی جاتی ہیں اور ان پر جس قدر مجتہدین اور مقلدین کے اقوال کی بنا ہے، ان سب کو خواہ وہ فقہ کے کسی باب سے بھی متعلق ہوں طہارت سے لے کر آخر تک میں نے شریعت کے دونوں مرتبوں (عزیمت ورخصت) میں سے کسی نہ کسی مرتبہ میں ضرور داخل کیا ہے یہاں تک کہ ان لوگوں کے نزدیک تمام شریعت میں کوئی تناقض نہیں رہا اور لوگوں کی اس کتاب کے ساتھ دل بستگی کی بھی یہی وجہ ہے ورنہ یہ وہ کتاب ہے کہ کوئی شخص بھی اسے اپنے ہم عصروں میں سے کسی کی طبیعت کو اس کے موافق نہ پاتا۔[76]

(الف)متناقض احادیث کی حکمت افروز توجیہ:

حضرت علی خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم شارع کے کلام کو باہم مخالف دیکھو یا کسی امام کا کلام آپس میں ایک دوسرے کا متناقض دیکھو تو ان کو دو وقتوں پر محمول کرو تاکہ تناقض دور ہو جائے کیونکہ شارع علیہ السلام کے کلام میں تناقض

نہیں ہو سکتا اسی طرح ائمہ کے کلام میں بھی مخالفت نہیں ہو سکتی بشر طیکہ جہالت اور تعصب کی بجائے انصاف اور عالمانہ نظر سے دیکھا جائے۔ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں غور کرو جب آپ ﷺ نے ایک صحابی کے سوال "کیف رأیت ربک" (آپ نے اپنے رب کو کیسے دیکھا؟) کے جواب میں فرمایا تھا؟

"نور انیّاً أراہ"[77]

(میں اسے نورانی دیکھتا ہوں)

جبکہ اکابر صحابہ سے فرمایا:

"رأیت ربّی"[78]

(میں نے اپنے رب کو دیکھا)

غیر اکابر سے اس لئے یہ نہ فرمایا تاکہ وہ بارگاہ الٰہی کے بارے میں وہ امور خیال نہ کرنے لگیں جو اس کے شایان شان نہ ہوں۔ اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب گھر کا سارا سامان لے آئے تو نبی کریم ﷺ نے اس عمل کو حدیث تقریری کے ذریعہ درست قرار دیا جبکہ حضرت کعب بن مالک نے اپنی توبہ قبول ہو جانے کے بعد جب چاہا کہ اپنا تمام مال راہ خدا میں خرچ کر دیں تو انہیں فرمایا:

"امسك عليك بعض مالِك فهو خير لّك"[79]

(کچھ مال اپنے پاس بھی رکھو، تمہارے لئے یہی بہتر ہے)

اور یہ حدیث نبوی ﷺ:

"ابدأ بنفسك ثُمَ بِمَنْ تعولُ"[80]

(پہلے اپنے آپ پر خرچ کرو پھر اپنے اہل وعیال پر)

بھی اسی کی نظیر ہے جو بہ ظاہر ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ﴾[81]

(اور قابل مدح ہیں وہ لوگ جو اپنی جانوں پر خرچ کرنے کی بجائے دوسروں پر خرچ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں)

تو ان میں میزان کے دونوں مرتبوں کی جہت سے اس طرح تطبیق دی جائے گی کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

"ابدأ بنفسك"[82]

(نزدیک تر لوگ بھلائی کے زیادہ مستحق ہیں اور تیرے نفس سے زیادہ نزدیک تیرا کوئی نہیں ہے)

اور ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ﴾[83]

(اور قابل مدح ہیں وہ لوگ جو اپنی جانوں پر خرچ کرنے کی بجائے دوسروں پر خرچ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں)

اکابر صحابہ کے علاہ دوسرے صحابہ کو خطاب ہے اور ان لوگوں کی اس پر مدح و توصیف اس وجہ سے فرمائی تاکہ یہ لوگ بخل کے اس گڑھے سے نکل جائیں جس پر دنیا میں ان کی نظروں کا رجحان اور میلان ہے اور اس سے نکل جانے کے بعد پھر ان کو ابتداء بالنفس کا حکم فرمایا اس لئے کہ نفس حق تعالیٰ کی امانت ہے جو ان کے پاس رکھی ہے اور نفس کے ماسوا کوئی چیز امانت نہیں ہے ہاں جوار اور پڑوس کے حکم میں ضرور ہیں۔[84]

(ب) اقوال فقہاء میں تشدید و تخفیف اور نظریہ مراعاۃ الخلاف سے استفادہ:

نظریہ "مراعاۃ الخلاف" مختلف فقہی مذاہب کے مابین پائے جانے والے فقہی اختلاف سے متعلق ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تمام مسائل، جن میں ائمہ فقہ کا اختلاف ہے ان میں لوگوں کے لئے عمل میں تخفیف اور سہولت اور مفتی کے لئے فتویٰ دینے کی گنجائش ہے اس نظریہ کی تائید قرآن و سنت سے بھی ہوتی ہے کیونکہ قرآن و سنت شرعی اوامر و نواہی کے نفاذ میں تمام مکلفین سے یکساں مطالبہ نہیں کرتے بلکہ قرآن و سنت کی رو سے شرعی احکام کے مطالبہ و نفاذ کے ضمن میں مکلفین کی دو قسمیں ہیں۔ امام شعرانی فرماتے ہیں:

فان جميع المكلفين لايخرجون عن قسمين قوی و ضعيف من حيثُ ايمانِه و جسمِه فی كلّ عصر و زمان، فمن قوِیَ منهّم خوطب بالتشديد والأخذ بِالعَزَائِم ومن ضعف منهم خوطب بالتخفيف والاءخذ بالرخص، وكل منهما حينئذٍ على شريعة من ربّه و تبيان فلايؤمرالقویّ بالنزول الى الرخصة ولاَ يكلف الضعيف بالصعود للعزيمة[85]

(کیونکہ تمام مکلف اپنے ایمان اور جسم کے اعتبار سے کسی بھی زمانے میں دو قسموں سے باہر نہیں ہیں جو ان میں سے قوی ہو پس وہ تشدید اور عزیمتوں پر عمل کرنے کے مخاطب ہیں اور جو ان میں سے کمزور ہیں وہ تخفیف اور رخصتوں پر عمل کرنے کے مخاطب ہیں اور اس وقت (یعنی اپنے اپنے خطاب پر عمل کرنے کے

وقت) وہ اپنے پروردگار کی طرف سے شریعت اور واضح ہدایت پر ہوں گے۔ لہٰذا قوی کو رخصت پر اتر آنے کا حکم نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی کمزور کو عزیمت پر عمل کرنے کی تکلیف دی جائے گی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِه)[86]

(اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس طرح تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے)

مندرجہ بالا ارشاد ربانی کے مخاطب اہل عزیمت ہیں جبکہ مندرجہ ذیل آیت میں اہل رخصت سے خطاب ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

(فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ)[87]

(پس اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کا تقویٰ اختیار کرو)

حدیث نبوی ملاحظہ ہو:

"اِذا أمرتكم بأمرٍ فأتوا منه ما استطعتمً"[88]

(جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو حسب استطاعت اسے بجالاؤ)

شریعت مطہرہ میں جملہ احکام ایک قوت اور ایک درجے کے نہیں ہیں بعض فرض و واجب ہیں تو بعض مندوب و مباح، اگر کچھ احکام تحریم سے متعلق ہیں تو کچھ کراہت سے متعلق ہیں۔ ظاہر ہے فرض و واجب اور تحریم سے متعلق احکام شرعیہ میں شدت پائی جاتی ہے جبکہ مندوب و مباح امور میں نرمی ہے بلکہ مباح میں مندوب و مکروہ سے زیادہ نرمی پائی جاتی ہے کیونکہ کرنے یا نہ کرنے کا صوابدیدی اختیار دیا گیا ہے۔

فقہ اسلامی میں پائے جانے والے امور و مسائل دو طرح کے ہیں:

۱۔ متفق علیھا (جن مسائل پر اتفاق ہے)

۲۔ مختلف فیھا (جن مسائل میں اختلاف ہے)

نظریۂ مراعاۃ الخلاف" کا تعلق اختلافی مسائل سے ہے نہ کہ متفق علیھا مسائل سے اور ان دونوں میں بین فرق ہے کیونکہ اختلافی مسائل قوت و نفاذ کے اعتبار سے متفق علیھا مسائل سے کم درجے میں ہیں۔ ایک ایسا مسئلہ جس پر تمام فقہاء متفق

ہوں یقیناوہ مطالبہ ونفاذ کی قوت سے زیادہ بہرہ ور ہو گا بہ نسبت مختلف فیھا مسئلہ کے۔ مختلف فیھا مسائل میں پائی جانے والی اس کمزوری سے نظریہ "مراعاۃ الخلاف" جنم لیتا ہے جس کی برکت سے لوگوں کو ان مسائل پر عمل کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ جس طرح ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم انبیائے کرام علیہم السلام کی شرائع پر اعتراض کریں حالانکہ ان کی شریعتوں کے احکام ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ اسی طرح ہمارے لئے یہ بھی روا نہیں ہے کہ ہم ائمہ فقہ پر زبان طعن دراز کریں، جنہوں نے اجتہاد کرکے احکام کا استنباط کیا ہے اور فقہی آراء قائم کی ہیں، جب تک کہ وہ قرآن وسنت سے متصادم و منافی نہ ہوں اس لئے کہ اجتہاد کرتے ہوئے اگر خطا بھی ہو جائے تو بھی اس پر اجر کا وعدہ ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"اذا حكم الحاكم فاجتهد ثُمَّ أصاب فله أجران واذا حكم الحاكم فاجتهد ثُمَّ اخطأفلَه أجر"[89]

(جب کوئی صاحب حکم، فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ اجتہاد سے کرے اور درست کرے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب حاکم فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ اجتہاد سے کرے پھر اس میں خطا کا مرتکب ہو تو بھی اس کے لئے ایک اجر ہے)

مولانا مناظر احسن گیلانی کی رائے ملاحظہ ہو:

"سچ تو یہ ہے کہ بیضۂ اسلام سے قصداً واختیاراً ہی نکلنے کا جنون کسی پر سوار ہو جائے تو خیر الگ بات ہے، ان کوتاہ نصیبوں کا تو کوئی علاج نہیں، ورنہ یہ کہنا شاید غلط نہ ہو گا کہ جو اسلام ہی کے دائرہ میں جینا اور مرنا چاہتا ہے وہ پائے گا کہ گنجائشوں کے پیدا کرنے میں اسلام نے کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ یقینا ان گنجائشوں کا ایک بڑا باب ان فقہی اختلافات ہی کی بدولت کھلا ہے اور اسی لئے بجائے شر کے، میں ان اختلافات کو اسلام اور مسلمان دونوں ہی کے لئے خیر عظیم خیال کرتا ہوں"[90]

ہمارے خیال میں امام شعرانی کی تطبیقی کاوشوں سے استفادہ لمحۂ موجود کی اشد ضرورت ہے کیونکہ سیکولر ذہنیت کے حامل افراد فقہی اختلافات کا سہارا لے کر اسلامائزیشن کے عمل کو سبوتاژ کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں اور ان کی دلیل کا مبنیٰ یہی ہوتا ہے کہ معاشرتی، معاشی، قانونی، سیاسی اور تعلیمی نظام کو اسلامائز کرنے میں فقہی اختلافات آڑے آتے ہیں۔ حالانکہ یہ اختلافات امتِ مسلمہ کے لئے سہولت اور یسر کا باعث ہیں۔ ہر ترقی یافتہ اور مہذب قوم میں اختلاف رائے کو مستحسن سمجھا جاتا ہے اور اس طرح خوب سے خوب ترکی جستجو جاری رہتی ہے لیکن غلامانہ ذہنیت اور منفی سوچ رکھنے والے اسے ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔

امام شعرانی نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ فقہی اختلافات میں اصل مسئلہ کی مشروعیت میں سلف میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ رخصت و عزیمت کی دو مختلف صورتیں ہیں جو اپنی اپنی جگہ پر ہر مکلّف کے لیے قابل عمل ہیں۔ اور ائمہ فقہ کا اختلاف محض اس بات میں ہے کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے مختلف اطباء کے درمیان ایک ہی مرض کے طریق علاج میں ہوتا ہے۔ ارباب فکر و دانش امام عبد الوہاب شعرانی کی تطبیقی کاوشوں سے استفادہ کرکے نہ صرف موجودہ اختلافات کا حل نکال سکتے ہیں بلکہ آج جبکہ دنیا گلوبل ویلج (عالمی بستی) کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے اور صدیوں کی مسافتیں لمحوں میں طے ہونے لگی ہیں، اجتماعی فقہ کی تدوین کی طرف عملی پیش قدمی بھی ممکن بنائی جاسکتی ہے۔

ہمارے نزدیک کام تین مراحل میں ہوگا:

۱- مذاہبِ فقہ کے مابین تطبیق کے لئے رہنما اصول وضع کئے جائیں اس سلسلے میں ہمارے اسلاف نے بالعموم اور امام شعرانی نے جو قابل قدر کام کیا ہے، سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۲- مختلف مذاہبِ فقہ کے دلائل کو قرآن و سنت اور اجماع امت پر پیش کیا جائے جس فقہی مذہب کی دلیل قرآن و سنت اور اجماع امت کے موافق ہو اور اس کو اپنانے میں امتِ مسلمہ کے لئے یسر اور سہولت بھی ہو، اسے ترجیح دی جائے۔

۳- پھر ان راجح اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے "اجتماعی فقہ کی تدوین" کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

حوالہ جات

---

1 الشوریٰ (۴۲):۱۳

2 المائدۃ (۵):۴۱

3 البخاری، محمد ابن اسمعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دارالکتب: رقم الحدیث:۳/۱،۱ ، صحیح بخاری میں مذکورہ بالا حدیث "انماالاعمال" کے ساتھ شروع ہوتی ہے{مقالہ نگار}

4 الشعرانی، عبدالوہاب، المیزان الکبریٰ، بیروت: دارالکتب العلمیۃ(۲۰۰۹)۷/۱

5 جسے ہم عزیمت کہہ سکتے ہیں۔

6 جسے ہم رخصت کہہ سکتے ہیں۔

7 المیزان الکبریٰ: ۱/ ۷،۸

8 التغابن(۶۴) :۱۶

9 البخاری : الجامع الصحیح، رقم الحدیث ۲۲، ۲۷۴۴/ ۲۵۵

10 المیزان الکبریٰ:۸/۱

11 حوالہ مذکورہ

12 المیزان الکبریٰ:۱۹،۲۰/۱

13 حوالہ مذکورہ:۸/۱

14 حوالہ مذکورہ:۱۶/۱

15 (۱) الشافعی، محمد بن ادریس، ''المسند'' بیروت، دارالکتب العلمیۃ، کتاب اختلاف الحدیث، ۱۵۷/۱
(۲)ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، ''سنن'' ، بیروت: دارالفکر: رقم الحدیث:۲۴۰۷، کتاب الصیام، باب اختیار الفطر، ۳۱۷/۲

16 المیزان الکبریٰ: ۲۰/۱

17 المیزان الکبریٰ : ۲۳/۱، ۲۴

18 حوالہ مذکورہ: ۲۴/۱، ۲۵

19 حوالہ مذکورہ:۲۷/۱

20 یعنی ''وماارسلنک الارحمتہ للعالمین'' (سورۃانبیاء)(۲۱) :۱۰۷

21 المیزان الکبریٰ: ۱/ ۳۵

22 المیزان الکبریٰ:۱ / ۳۷

23 البخاری: الجامع الصحیح: رقم الحدیث :۶۹۱۹، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب اجر الحاکم اذااجتھد، ۲۶۷۶/۶

24 المیزان الکبریٰ:۹/۱

25 الحجرات: (۴۹)۱۴

26 المیزان الکبریٰ: ۸،۹/۱

27 البقرۃ (۲): ۲۶۵

28 المیزان الکبریٰ: ۱۰/۱

29 المیزان الکبریٰ:۲۷/۱

30 الانعام(۶):۳۸

31 المیزان الکبریٰ:۵۸/۱

32 یعنی دینی ضرورت کے وقت نہ کہ خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے

33 الشوریٰ (۴۲):۱۳

34 علی المتقی، علاؤالدین، کنز العمال، بیروت، دار الکتب العلمیہ، رقم الحدیث:۲۸۶۸۶، ۱۰/

35 المیزان الکبریٰ:۱۱/۱

36 آل تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، عبد السلام عبد الحلیم، "المسودہ"، القاہرۃ، دارالنشر العربی، ۲۸۵/۱

37 المیزان الکبریٰ: ۳۹/۱

38 الاجتھاد و التقلید و تقلید غیر الائمۃ الاربعہ، بیروت، المکتبۃ العلیمۃ، ۳۵۱/۱

39 المیزان الکبریٰ: ۳۸/۱

40 البیہقی، السنن الکبریٰ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۱۷/۱۰

41 المیزان الکبریٰ: ۶۷/۱

42 البخاری: الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۲۴۵۱، ۱۲۴/۹

43 مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، رقم الحدیث ۲۵۱۸ / ۰۹

44 ایضاً، رقم الحدیث، ۲۶۲۸، ۳۴۵/۷

45 سنن الترمذی، رقم الحدیث:۱۳۳۵، ۳۰۶/۵

46 ابن حبان، الصحیح، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، رقم الحدیث ۱۵۶۳، ۸۱/۷

47 صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۳۸۰، ۴۲/۷

48 سنن الترمذی، رقم الحدیث:۲۶۰۳، ۲۹۱/۹

49 المیزان الکبریٰ: ۶۸، ۶۷/۱

50 المیزان الکبریٰ:۵/۱

51 المیزان الکبریٰ:۵/۱

52 ابن ماجہ، السنن، کتاب البیوع، باب النھی عن الغش، رقم الحدیث :۲۲۱۶، ۴۷۷/۶

53 الطبرانی، المعجم الاوسط، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، رقم الحدیث:۵۰۰۱، باب العین، ۶۴/۱۱

54 البخاری: الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۱۲۱۲، کتاب الجنائز، باب لیس منا من شق الجیوب، ۴۱/۵

55 المیزان الکبریٰ:۲۴/۱

56 المیزان الکبری:۱

57 ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، ۵۷/۵

58 المیزان الکبریٰ: ۶۷/۱

59 المیزان الکبریٰ:۳۰/۱

60 المیزان الکبریٰ:۳۵/۱

61 حوالہ مذکورہ:۳۸/۱

62 المیزان الکبریٰ:۵۴،۵۳/۱

63 النساء(۴):۸۰۳

64 جیسا کہ سورہ حشر آیت نمبر ۷ وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"(جو تمہیں رسول ﷺ عطا فرمائیں اسے لے لیا کرو اور جس امر سے روک دیں اس سے رک جایا کرو

65 البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۱۲۶۲، کتاب الجنائز، باب الاذخر والحشیش فی القبر، ۱۳۲/۵

66 المیزان الکبریٰ: ۶۰:۵۹/۱

67 ابن العربی، الفتوحات المکیۃ:۳۶۴/۵

68 شیخ اکبر محی الدین ابن العربی نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے: وعندما وجدعينه لم يوجد الا واليا سلطانا ملحوظاً ثم جعل له نوابا حين تاخرت نشاة جسده فاول نائب كان له و خليفته ادم ثم ولد واتصل النسل و عين فى كل زمان خلفاء الى ان وصل زمان نشاة الجسم الطاهر محمد فظهر مثل الشمس الباهرة فاندرج كل نور فى نوره الساطع وغاب كل حكم فى حكمه و انقادت جميع الشرائع اليه وظهرت سيادته التى كانت باطنة فهو الاول والاخر و الظاهر والباطن و هو بكل شى عليم (ابن العربی، محی الدین، الفتوحات المکیۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، باب: واول منفصل فیھا"، ۱۳۱/۱)

علامہ محمد اقبال نے بھی اسی حقیقت کی طرف واضح اشارات کئے ہیں:

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل، جس نے	غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر	وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

(علامہ اقبال، بال جبریل، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۴۱)

شیخ عبد الکریم جیلی نے بھی "الانسان الکامل" (جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق تحریر کی تھی) میں رسول اللہ ﷺ کو جملہ کائنات کا محور کا قرار دیا ہے:

"اِعْلَمْ، حفظک اللہ، أنّ الانسان الکامل ھو القطب الذی تدور علیہ افلاک الوجود من أوّلہ الی اخرہ"

قرآن حکیم نے اسے ﴿وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (سورہ انبیاء : ۱۰۷) کے روح پرور پیغام کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اس حقیقت کی مؤید حدیث نبوی بھی ہے "انما انا قاسم واللہ یعطی" اور قرآن کریم بھی ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ (سورہ کوثر:۱)

علامہ محمد اقبال نے اس حقیقت کو بصورت شعر یوں پیش کیا ہے:

گرد تو گردد حریم کائنات — از تو خواہم یک نگاہ التفات
ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی — کشتی و دریا و طوفانم توئی

(علامہ اقبال، پس چہ باید کرد، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۵۰)

69 المیزان الکبریٰ: ۶۱،۶۲/۱
70 المیزان الکبریٰ:۶۲/۱
71 المیزان الکبریٰ:۶۳/۱
72 المیزان الکبریٰ:۶۵/۱
73 المیزان الکبریٰ:۶۶/۱
74 المیزان الکبریٰ:۸۲/۱
75 المیزان الکبریٰ:۸۴،۸۵/۱
76 المیزان الکبریٰ:۱۳/۱
77 سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۲۸۲، کتاب تفسیر القرآن، باب سورۃ النجم، ۵/۳۹۶
78 الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن (م ۲۵۵ھ)، "السنن" بیروت: دارالکتاب العربی (۱۴۰۷ھ)، کتاب الرؤیا، باب رؤیۃ الرب، رقم الحدیث :۲۱۴۹،۲/۱۷۰
79 البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث ۲۶۰۶، کتاب الوصایا، باب اذا قال داری، ۳/۱۰۱۳
80 النووی، ابوزکریا یحیٰ بن شرف، شرح صحیح مسلم، بیروت، داراحیاء التراث العربی (۱۳۹۲ھ)، ۱۲/۲۰۴
81 الحشر (۵۹):۹
82 الجراحی، اسمعیل بن محمد، کشف الخفاء، حرف الھمزۃ مع القاف، رقم الحدیث:۴۸۶، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ (۱۴۰۵ھ)، ۱/۱۸۳

83 الحشر (۵۹):۹

84 المیزان الکبریٰ:۲۶/ ۱

85 المیزان الکبریٰ:۶/ ۱

86 آل عمران (۳):۱۰۲

87 التغابن(۶۴)۱۶

88 البخاری: جامع الصحیح، رقم الحدیث ۶۷۴۴، کتاب ۲۵۵/ ۲۲

89 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب أجر الحاکم، رقم الحدیث:۶۹۱۹، ۲۶۷۶/ ۶

90 گیلانی، مناظر احسن، مولانا، مقدمہ تدوین فقہ، لاہور: مکتبہ رشیدیہ، ط۔ا (۱۹۷۶ء) ص ۱۶۳